جون 2008

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

سیاہ گلاب کا وار

ناول نمبر

756

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی ، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	سیاہ گلاب کا وار
نمبر	756
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	45 روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز

D-83 سائٹ۔ کراچی

فون: 2581720 - 2578273

e-mail: allantis@cyber.net.pk

ایک حدیث

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے جو دُعا کرتا ہے، وہ قبول ہو جاتی ہے۔ اس کے سر کے پاس ایک فرشتہ کھڑا رہتا ہے اور دُعا پر آمین کہتا ہے اور یہ بھی دُعا کرتا ہے کہ جو تو نے اس کے لئے مانگا ہے، اللہ تجھے بھی عطا کرے۔

☆☆☆

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم! ناول کی دو باتیں لکھنا، ناول لکھنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے، ناول کے بارے میں تو کوئی خیال، کوئی پلاٹ یا پھر مرکزی خیال ذہن میں ہوتا ہے، لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو باتیں کے لیے تو بات ذہن میں نہیں ہوتی۔

اس وقت بھی یہی صورتِ حال ہے... مجھے سیاہ گلاب کی دو باتیں لکھنا ہیں... لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ کیا دو باتیں مکمل کی جائیں کہ فاروق صاحب بھی خوش ہو جائیں اور قارئین بھی خوش... رہ گیا بے چارہ لکھنے والا... اس کی خوشی ویسے ہی پبلشرز قارئین سے منسلک ہے... یعنی کم از کم ناول کی حد تک... آپ خود بتائیں، اس سلسلے میں کیا کیا جائے یا کیا کیا جا سکتا ہے... میرا خیال ہے... آپ کچھ نہیں بتائیں گے... نہ فاروق صاحب بتائیں گے... اور میں یونہی درمیان میں رہ جاؤں گا اور بات پھر مجھ پر ہی آ پڑے گی... یہ کام آخر کار مجھے ہی کرنا ہوگا... یعنی دو باتیں کا کڑوا گھونٹ مجھے ہی پینا ہوگا... آپ تو کہیں گے... ہمیں اس سے کیا... آپ جانیں... دو باتیں جانیں... ہمیں تو ناول چاہیے... اور ناول ظاہر ہے... دو باتیں کے بغیر تو نامکمل اور ادھورا سا لگتا ہے... اب بھلا ہم ادھورا یا نامکمل ناول کس طرح

پڑھ لیں وہ بھی جاسوسی ناول... جاسوسی ناول جب تک مکمل نہیں ہوتا، اس وقت تک اسے پڑھا بھی نہیں جاسکتا۔

لیجیے... بات بلاوجہ بہت دور نکل گئی... میرا خیال ہے... اس طرح بات نہیں بنے گی... مجھے دو باتیں لکھنا ہی ہوں گی... ٹھیک ہے پھر... میں بھی کر لیتا ہوں تیاری... لکھ دیتا ہوں دو باتیں... لیکن یہ کیا... اب یہاں دو باتیں کے لیے جگہ ہی کب بچی ہے... یہ بے پر کی باتیں... جن کا دو باتیں سے کوئی تعلق نہیں، درمیان میں جو آدھمکیں... ہے کوئی تک... خیر آپ فکر نہ کریں... اس مرتبہ انہی دو باتیں سے کام چلالیں... جی ہاں گزارا کرلیں... آئندہ ناول کی دو باتیں ضرور لکھ دی جائیں گی۔

اوہو اس چکر میں سیاہ گلاب کے وار کے بارے میں کوئی بات نہیں کرسکا... چلو اچھا ہے آپ کچھ بھی خیال قائم نہیں کرسکیں گے... ہاں پورا ناول پڑھنے کے بعد ضرور آپ رائے دیجیے گا...

والسلام

اشتیاق احمد

☆☆☆☆☆

ملاقاتی

ان کے دروازے کی گھنٹی بجی تو فاروق چونک اٹھا... وہ سب اس وقت شام کی چائے پی رہے تھے اور بہت خوش گوار موڈ میں تھے...

''مجھے اس گھنٹی سے خطرے کی بو آرہی ہے... لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آنے والے کو باہر ہی باہر سے رخصت کردیا جائے۔''

''نہیں بھئی... یہ بات مناسب نہیں... محمود... تم دیکھو، باہر کون ہے۔''

''جی اچھا!''

''احتیاط سے بھئی... پہلے پوچھ لینا کون ہے۔'' فاروق نے پریشان ہوکر کہا۔

''اوہو... کیا ہوگیا تمہیں۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''دراصل میرا بایاں گھٹنا پھڑک رہا ہے... اور یہ جب بھی پھڑکتا ہے... کچھ نہ کچھ ہوکر رہتا ہے۔''

''حد ہوگئی... ارے بھائی... وہ آنکھ پھڑکنا ہوتا ہے۔'' فرزانہ ہنسی۔

''اب اس میں میں کیا کروں... میرا تو گھٹنا ہی پھڑکتا ہے۔''

''اچھا چپ رہو... بلاوجہ ہم سب کو۔''

ایسے میں محمود کی آواز ابھری:

''مم... مم... میں۔'' باہر سے کہا گیا۔

''جی ہاں! یہ تو ہم سمجھ گئے ہیں کہ باہر آپ ہیں... لیکن آپ کا نام کیا ہے۔''

''مم... میرا نام... رضوان قاسمی ہے۔''

''رضوان قاسمی... اچھا خیر... آپ کیا چاہتے ہیں۔''

''میں انسپکٹر صاحب سے ملنا چاہتا ہوں... یہ انسپکٹر جمشید صاحب ہی کا گھر ہے نا۔''

''بالکل... آپ درست جگہ پہنچے... میں آپ کے لیے ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہوں۔'' محمود نے کہا اور ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی...

''میں ان صاحب کو اندر بٹھا آیا ہوں... بہت زیادہ پریشان نظر آ رہے ہیں... کیا ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں ابا جان۔''

''ہوسکتا ہے، ملاقاتی مجھ سے تنہائی میں بات کرنا چاہے۔''

''ٹھیک ہے... پہلے آپ ان سے معلوم کر لیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

یہ کہ کر وہ اٹھے اور ڈرائنگ روم میں چلے آئے:

''السلام علیکم...'' انہوں نے کہا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

''وعلیکم السلام جناب۔'' اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا اور ان

سے ہاتھ ملایا۔

''تو آپ کا نام رضوان قاسمی ہے۔''

''جی ہاں! ایک بہت ہی عجیب مسئلے پر بات کرنے کے لیے آیا ہوں... آپ نے محسوس تو نہیں کیا۔'' اس نے نہایت شائستہ لہجے میں کہا۔

''بالکل نہیں... میرے بچے بھی میرے ساتھ ہی آپ کی بات سننا چاہتے ہیں... آپ مجھ سے علیحدگی میں تو بات نہیں کرنا چاہتے۔''

''آپ کے بچوں کی حد تک نہیں... ویسے میں پسند کروں گا، آپ اس ملاقات کو راز ہی میں رکھیں۔''

''آپ فکر نہ کریں... محمود، فاروق اور فرزانہ... تم لوگ آ سکتے ہو۔''

''بہت بہت شکریہ! ابا جان۔'' انہوں نے ایک ساتھ کہا، پھر اندر داخل ہوتے ہوئے بولے:

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔'' وہ جلدی سے بولا۔

پھر تینوں بیٹھ گئے... تب انسپکٹر جمشید نے کہا:

''ہاں! اب بتائیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''یہی تو میں سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ کیا کہنا چاہتا ہوں۔'' اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''ایسے ہم آپ کی بات کس طرح سمجھ پائیں گے۔''

''دیکھیے میں کوشش کرتا ہوں... جیسا کہ میں نے بتایا، میرا نام رضوان قاسمی ہے... میں محکمہ خارجہ میں ڈپٹی سیکرٹری ہوں... محکمے کی اونچ نیچ کو

خوب سمجھتا ہوں، میرے آفیسرز کو مجھ پر خوب اعتماد ہے... اب اگر مجھے اچانک ایک پیغام ملے... مجھ سے کہا جائے... آپ فوراً فلاں جگہ پہنچ کر فلاں صاحب سے ملاقات کریں اور ان کی ہدایات پر عمل کریں تو میرا کیا حال ہوگا... ظاہر ہے... میں تو صرف اپنے آفیسر کا ماتحت ہوں... مجھے کوئی حکم اگر دے سکتے ہیں تو وہ... نہ کہ کوئی نامعلوم آدمی... اب بھلا میں کیوں وہاں جاتا... دوسرے دن مجھ سے سخت ترین لہجے میں کہا گیا کہ آپ کو کیا ہدایات دی گئی تھیں... آپ نے ان پر عمل کیوں نہیں کیا... کیا آپ کو معلوم نہیں... فون کس نے کیا تھا...

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگئے اور اپنی پیشانی سے پسینہ خشک کرنے لگے... اگرچہ موسم اتنا گرم نہیں تھا... اور کمرے میں ہلکا سا پنکھا بھی چل رہا تھا... اس کے باوجود انہوں نے دیکھا، ان کا بدن پسینے میں بھیگ چکا تھا...

''آپ اپنی بات کہہ چکے؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی ہاں۔''

''آپ نے یہ نہیں بتایا کہ فون آپ کو کس نمبر سے کیا گیا۔''

''نمبر میرے فون پر محفوظ ہے... لیکن اس نمبر پر فون نہیں کیا جا سکتا... بند ملتا ہے۔''

''خیر... آپ وہ نمبر مجھے دے دیں۔''

انہوں نے جیب سے موبائل نکالا ہی تھا کہ اس کی گھنٹی بجنے لگی۔ اسکرین پر نمبر دیکھ کر وہ بولے:

''لیجیے! پھر اسی شخص کا فون آگیا۔''

''لائیے! میں بات کرتا ہوں۔''

''لل... لیکن میری آواز تو وہ سن چکا ہے... آپ بولیں گے تو

اسے پتا چل جائے گا، فون میرے بغیر کوئی اور سن رہا ہے۔''

''آپ فکر نہ کریں۔'' انہوں نے یہ الفاظ ان کی آواز میں کہے... وہ زور سے چونکے۔

''کمال ہے... آپ نے تو بالکل میری آواز منہ سے نکالی ہے... یہ لیجیے۔'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے موبائل انہیں دے دیا۔

''آپ نے اب بھی ہدایات پر عمل نہیں کیا...''

''دراصل میں ان ہدایات کو سمجھ نہیں سکا... میرا تو خیال تھا کہ میں ادارے کا ملازم ہوں... ادارے کے آفیسرز ہی مجھے حکم دے سکتے ہیں... ادارے سے باہر کا کوئی شخص مجھے کیسے حکم دے سکتا ہے... آپ پہلے میری یہ الجھن دور کر دیں... پھر میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں غور کروں گا۔''

''کیا مطلب... تت... تو آپ کا تعلق سیاہ گلاب سے نہیں ہے۔''

''سیاہ گلاب... کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

ساتھ ہی دوسری طرف سے فون بند کر دیا:

''اُف مالک! یہ کیا چکر ہے... قاسمی صاحب! کیا آپ سیاہ گلاب نامی کسی تنظیم یا گروہ سے واقف ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''پہلی مرتبہ آپ کے منہ سے سن رہا ہوں۔''

''تب یہ کوئی خوفناک مسئلہ ہے... اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی نامعلوم شخص جس وقت چاہتا ہے... سرکاری ملازم کو جہاں چاہتا ہے، بلا لیتا ہے... اور اس تنظیم کا نام

ہے سیاہ گلاب اور اس تنظیم سے جو لوگ تعلق رکھتے ہیں... انہیں یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں کہ انہیں کس لیے بلایا ہے... وہ تو بس فون سنتے ہیں اور وہاں حاضر ہو جاتے ہیں... اب سوال یہ ہے رضوان قاسمی صاحب! آپ کا اس تنظیم سے واسطہ نہیں ہے تو پھر آپ کو فون کیسے آ گیا۔''

''میری عقل دنگ ہے... مجھے کوئی بات نہیں سوجھ رہی... سیاہ گلاب کا نام بھی میں نے یہیں سنا ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے... خیر... موبائل آپ کا اپنا ہے... اس میں سم آپ کی اپنی ہے۔''

''جی ہاں بالکل۔''

''آپ کے فون نمبر سے ملتا جلتا نمبر کسی اور آفیسر کا ہے۔''

''میرے برابر کے عہدے دار ہیں... یعنی وہ بھی ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں... ان کے اور میرے نمبر میں صرف ایک کا فرق ہے... یعنی آخر میں میرا نمبر 9 ہے اور ان کا آٹھ۔''

''وہ آج کل دفتر آ رہے ہیں۔''

''جی... جی ہاں! برابر آ رہے ہیں۔''

''تب پھر ہو سکتا ہے... اس نامعلوم شخص کو ان کا جو نمبر دیا گیا... وہ آپ کا ہو... اور فون انہیں کرنا تھا... آیا وہ آپ کو۔''

''ہو سکتا ہے، ایسا ہو گیا ہو... سوال یہ ہے کہ میں اب کیا کروں..''

''آپ پریشان نہ ہوں... اب تک نامعلوم شخص کو اندازہ ہو ہی گیا ہو گا.. کہ اس سے کیا غلطی ہو گئی ہے... لہٰذا وہ آپ کو تو اب فون کرے گا نہیں... لیکن اس کی اس غلطی سے ہمیں ایک ہولناک بات معلوم ہوئی ہے

... اور وہ یہ کہ شہر میں کوئی نامعلوم آدمی بڑے بڑے افسروں کو اپنی انگلیوں پر نچا رہا ہے... آخر کیسے... سوال تو یہ ہے... کیا خیال ہے تم تینوں کا اس بارے میں۔''

''کیا ہم رضوان قاسمی صاحب کو فارغ نہ کر لیں... کیونکہ اس معاملے سے ان کا تو بس اتنا ہی تعلق تھا۔'' فرزانہ نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''بالکل ٹھیک... قاسمی صاحب! آپ تو چلیں... جس نمبر سے فون آیا ہے... وہ نمبر اور اپنے نمبر لکھوا دیں... اور جس کا ایک نمبر زیادہ ہے... ان کا نام پتا ہے اور نمبر بھی بتا دیں... کیونکہ غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ شخص ضرور ان سے رابطہ کرے گا...''

''جی ہاں... ان کے نمبر اور پتا لکھ لیں... نام ہے... فلک شیر نیازی، پتا ہے 115 داؤد روڈ۔'' یہ کہ کر انہوں نے نمبر لکھوا دیے... انسپکٹر جمشید نے نمبر فیڈ کر لیے... اور انہیں جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا:

''کوئی خاص بات اس سلسلے میں سامنے آئے تو فون پر ضرور بتا دیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

ان کے جاتے ہی انہوں نے فوراً کہا:

''تینوں فوراً گھر سے نکل جاؤ۔''

''آپ کا مطلب ہے... ہم قاسمی صاحب کا تعاقب کریں۔''

''نہیں... ان کے تعاقب کی ضرورت نہیں... جلدی کرو... نکلو گھر سے۔'' انہوں نے جھلا کر کہا۔

''آپ تو ہمیں گھر سے دھکے دے رہے ہیں... لیجیے ہم چلے جاتے

ہیں... اگرچہ ہمیں معلوم نہیں کہ آپ ہمیں کہاں بھیجنا چاہتے ہیں۔''

''اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے یا نہیں...'' انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

''جی بالکل دی ہے... اس بات سے بھلا کون انکار کرسکتا ہے۔''

''بس تو پھر جاؤ... اور عقل استعمال کرو۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

وہ اپنی کار میں باہر نکل آئے...

''115 داؤد روڈ چلو۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''تم تو ایسے حکم دے رہے ہو جیسے میں تمہارا ڈرائیور ہوں اور تم کسی بڑے دفتر کے بڑے آفیسر ہو۔'' فاروق نے جل بھن کر کہا... کار اس وقت وہ چلا رہا تھا۔

''نہیں میں تمہیں بڑے دفتر کا نہیں چھوٹے دفتر کا خیال کرتا ہوں۔'' محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

''بس تو پھر میں باز آیا ڈرائیونگ سے... یہ لو... آگے آجاؤ۔''

''حد ہوگئی... بھئی ہم اس وقت ایک کیس پر کام کر رہے ہیں... گھر سے سیر کے لیے نہیں نکلے۔'' فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

''معلوم ہوتا ہے، آج تینوں کا لڑنے کا پروگرام ہے... لیکن یہ کام کم از کم چلتی گاڑی میں تو ہو نہیں سکتا۔'' فاروق جل گیا۔

''سوال یہ ہے کہ آخر ہم فلک شیر نیازی کے گھر کی طرف کیوں جائیں۔'' فرزانہ بولی۔

''اس کیس میں اب تک یہی دو آدمی سامنے آئے ہیں... رضوان قاسمی تو خود ہی ہمارے پاس آگئے اور انہوں نے ہی فلک شیر کے بارے میں بتایا

ہے... اب اگر ابا جان نے ہمیں گھر سے باہر نکلنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہم عقل استعمال کریں تو ظاہر ہے، ہمیں فلک شیر نیازی ہی کی نگرانی کرنا ہوگی... کیونکہ اس نامعلوم آدمی کو پتا چلے گا کہ اس سے کیا غلطی ہوگئی ہے... تو وہ فوراً فلک شیر کو فون کرے گا اور وہ اس نامعلوم آدمی کا رخ کرے گا اور ہم اس کا تعاقب کریں گے... یہ ہے ابا جان کا پروگرام۔'' محمود کہتا چلا گیا۔

''اور یہ ایک اچھا... اوہو... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔'' مارے حیرت کے فاروق کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆☆

ہاکس بے

"السلام علیکم! اکرام... تم ذرا اپنے ماتحتوں کو رضوان قاسمی کی نگرانی پر مقرر کرو اور پھر میرے پاس چلے آؤ۔" انسپکٹر جمشید نے ان تینوں کے باہر نکلتے ہی اکرام کو فون کیا تھا۔

"کیا نام بتایا سر... رضوان قاسمی..." اکرام کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں... کیا تمہیں ان کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔"

"یہ محکمہ خارجہ کے ڈپٹی سیکرٹری ہیں سر۔" اکرام نے کہا۔

"ہاں تو پھر اس میں حیرت کی کیا بات ہے اکرام۔" انسپکٹر جمشید نے خود بھی حیران ہو کر کہا۔

"حیرت کی بات یہ ہے سر کہ ان دنوں ہمارا محکمہ کچھ لوگوں کی نگرانی کر رہا ہے... کیونکہ ان کی نقل و حرکت پراسرار محسوس ہو رہی ہے... مثلاً ایک بڑے آفیسر کے بارے میں پتا چلا کہ اچانک دفتر سے اٹھے اور اپنی گاڑی میں کہیں چلے گئے... جب کہ یہ قانون کے خلاف ہے، آفیسر لکھ کر جائے کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں... پھر اس دوران ان کا موبائل بھی بند رہا... گویا ان سے کوئی رابطہ بھی نہیں کیا جا سکا... اور اس بات کا پتا اس طرح چلا کہ ان سے

بڑے آفیسر کو ان کی ضرورت پیش آ گئی... انہوں نے دفتر فون کیا تو انہیں بتایا گیا کہ صاحب تو دفتر میں نہیں ہیں... انہوں نے پوچھا کہ کہاں گئے ہیں بتایا گیا، کچھ بتا کر یا لکھ کر نہیں گئے... بڑے آفیسر سب پریشان ہوئے... خیر ان کی واپسی دو گھنٹے بعد ہوئی... انہیں بتایا گیا کہ بڑے صاحب یاد کر رہے تھے... اور آپ موجود نہیں تھے... یہ اٹھ کر بڑے صاحب کے پاس چلے گئے... انہوں نے ناخوش گوار لہجے میں پوچھا... آپ اطلاع کے بغیر کہاں چلے گئے تھے... انہوں نے جواب دیا کہ ایک پراسرار فون آیا تھا... اس میں کہا گیا کہ اگر آپ فوراً... ہاکس بے نہ پہنچے تو آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا جائے گا... ان حالات میں کچھ لکھ کر چھوڑ جانے کا ہوش نہ تھا... لہٰذا میں آندھی اور طوفان کی طرح ساحلِ سمندر کی طرف بھاگ نکلا۔ اس پر آفیسر نے پوچھا پھر... وہاں کیا ہوا... جواب میں انہوں نے کہا... کچھ بھی نہیں سر... وہاں کوئی بھی نہیں تھا... میں نے گھر فون کیا... گھر میں ہر طرح خیریت تھی... اب بڑے آفیسر بے چارے کیا کہتے... صرف اتنا کہ کر خاموش ہو گئے... اس کا مطلب ہے... آپ کو کسی نے بے وقوف بنایا ہے... یہ ہے کہانی... اس قسم کی کہانی کئی اور آفیسرز کو بھی پیش آ چکی ہے..."

"بہت خوب اکرام... مجھے ان آفیسرز کے نام اور پتے اور عہدوں کی تفصیل چاہیے..."

"جی ان کا نام ہے بشیر احمد قدوائی... یہ ڈائریکٹر ہیلتھ ہیں... 114 جیل روڈ پر ان کا گھر ہے۔"

"شکریہ اکرام... تم بہت خوب جا رہے ہو... مجھے باقی نام پتے بھی چاہییں... اس کے لیے میں کچھ دیر بعد فون کروں گا۔"

یہ کہ کر انہوں نے فون بند کر دیا:

''یہ کوئی گہرا چکر ہے۔'' انہوں نے بڑبڑانے کے انداز میں اپنے آپ سے کہا۔ پھر خان رحمان کے نمبر دبائے... ان کی آواز سن کر وہ بولے۔

''خان رحمان ایک مہم پر نکلنا ہے... کوئی مصروفیت نہ ہو تو آ جاؤ... اور پروفیسر صاحب سے بھی پوچھ لو۔''

''تم پر ہزاروں مصروفیات قربان جمشید۔'' انہوں نے کہا اور وہ مسکرا دیے۔ جلد ہی ان کا فون موصول ہوا کہ رہے تھے۔

''میری بات سن کر پروفیسر صاحب نے کہا ہے... تم پر لاکھوں مصروفیات قربان۔''

وہ ہنس دیے... جلد ہی دونوں ان کے پاس پہنچ چکے تھے... انہوں نے جلدی جلدی تفصیل انہیں سنا دی:

''پھر... اب کیا پروگرام ہے۔''

''ہم سب سے پہلے جمشید خان قدوائی کو چیک کریں گے۔''

''بسم اللہ کرو جمشید۔''

وہ اٹھے اور جیل روڈ کی طرف روانہ ہو گئے... بشیر خان قدوائی کی کوٹھی انہیں آسانی سے مل گئی... کوٹھی کافی بڑی اور شان دار تھی... باہر دو پہرے دار بھی موجود تھے... انہوں نے اپنا کارڈ ایک کے حوالے کیا... اس نے فون پر اندر بات کی... پھر ان سے پوچھ کر ان کے دونوں ساتھیوں کے نام بتائے:

فوراً ہی گیٹ کھل گیا:

''آپ گاڑی اندر لے جائیں... بائیں ہاتھ کیبن ہے... اس میں

جو صاحب بیٹھے ہیں، وہ آپ کو اندر لے جائیں گے۔''

''اچھی بات ہے۔''

اس طرح وہ بشیر خان قدوائی کے کمرے میں پہنچ پائے... انہوں نے دیکھا... وہ ادھیڑ عمر کا آدمی تھا... سر سے گنجا تھا... اس کا رنگ پکا تھا۔ آنکھیں چھوٹی تھیں... ناک طوطوں جیسی تھی... انہیں دیکھ کر اس نے صوفے کی طرف اشارہ کیا اور خود بھی بستر سے اٹھ کر ان کے سامنے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

''فرمائیے! میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''آپ کے ساتھ جو عجیب واقعہ پیش آیا... ہم اسی کے سلسلے میں حاضر ہوئے ہیں۔''

''آپ کا اشارہ کس واقعے کی طرف ہے۔''

''آپ کو ایک گمنام فون ملا تھا کہ اگر آپ ہاکس بے پر نہ پہنچے تو آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا جائے گا۔''

''اوہ ہاں... اچھا وہ... اس سلسلے میں آپ کیوں آئے... آپ کا کیا تعلق؟'' اس کی بھنویں تن گئیں... چہرے پر ناخوش گوار تاثرات ابھر آئے۔

''اس ملک میں ہونے والے ہر پراسرار اور عجیب واقعے کا تعلق ہم سے ہوتا ہے، ہم کسی بھی معاملے میں دلچسپی لینے کے لیے آزاد ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے صاف اور سیدھے انداز میں کہا۔

''میں سمجھا نہیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں اور میں آپ کو اس واقعے کی وضاحت کیوں کروں... میرے محکمے کا آپ سے کیا تعلق۔'' انہوں نے بھنا

کر کہا۔

''میں ابھی بتا چکا ہوں کہ ہم ہر معاملے میں دلچسپی لے سکتے ہیں... یقین نہیں تو یہ پڑھ لیں۔''

انہوں نے جیب سے خصوصی اجازت نامہ نکال کر ان کے سامنے میز پر رکھ دیا...

بشیر خان قدوائی نے اس اجازت نامے کو پڑھا... اور پھر ان تینوں کو گھورنے لگا... آخر اس نے کہا:

''میں اس اجازت نامے کے خلاف آواز اٹھاؤں گا۔''

''آپ کو اجازت ہے... آپ میرے سوالات کے جوابات دے رہے ہیں یا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے بھی ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

''نہیں۔''

''کیا... کہا... نہیں۔'' انسپکٹر جمشید کو یہ سن کر بہت حیرت ہوئی۔

''ہاں! پہلے میں اپنے دفتر سے بات کروں گا... پھر آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے آپ کے سوالات کے جوابات دینے ہیں یا نہیں۔''

''اچھی بات ہے... آپ پہلے بات کر لیں...'' انہوں نے منہ بنایا... ان کے خیال میں بلاوجہ وقت ضائع ہو رہا تھا... انہوں نے سنا... وہ کسی سے فون پر بات کر رہے تھے... آخر انہوں نے فون بند کیا اور ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے:

''پوچھیے... آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''تو آپ کو سوالات کے جوابات دینے کی اجازت مل گئی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں... جو پوچھنا ہے... پوچھیں۔''

''اس روز جو آپ غائب ہوئے تھے... آپ نے بتایا تھا کہ کسی نے آپ کو فون کیا تھا... کہ اگر آپ ہاکس بے پر نہ آئے تو آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا جائے گا۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔'' انہوں نے قدرے اکھڑ لہجے میں کہا۔

''پھر آپ ہاکس بے گئے تھے۔''

''بالکل گیا تھا۔''

''وہاں آپ کو کوئی ملا تھا...''

''کوئی بھی نہیں... دراصل وہ کسی کا مذاق تھا۔''

''خوب خوب! تو آپ دفتر سے سیدھے ہاکس بے گئے تھے۔''

''ہاں ہاں... ہاں... آخر کتنی مرتبہ یہ بات پوچھیں گے آپ۔'' وہ تلملا اٹھے۔

''اور اگر ہم یہ بات ثابت کر دیں کہ آپ ہاکس بے نہیں گئے تھے۔''

''کیا مطلب؟''

وہ بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں... انہیں اس قدر خوف زدہ دیکھ کر خود وہ بھی حیرت زدہ ہو گئے... پھر چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... آخر وہ بولے:

''یہ آپ نے کیا کہا... میں ہاکس بے نہیں گیا تھا۔''

''ہاں بالکل۔''

''اور اس بات کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے۔''

''ثبوت کی بات عدالت میں ہو گی۔''

"کیا کہا... تو آپ یہ معاملہ عدالت میں لے جائیں گے۔"

"ہاں بالکل... آپ ایک بڑے سرکاری آفیسر ہیں... آپ کا تعلق محکمہ خارجہ سے ہے... اگر آپ اچانک کچھ گھنٹوں کے لیے غائب ہو جائیں اور اپنے غائب ہونے کے بارے میں آپ ایک بیان دیں اور وہ بیان آپ کا غلط ثابت ہو جائے... تو آپ سے یہ سوال پوچھا جائے گا... آپ اس روز کہاں تھے... اور یہ سوال بہر حال عدالت تک بھی جا سکتا تھا۔"

"اچھی بات ہے... آپ پہلے ثبوت پیش کریں کہ میں اس روز ہاکس بے نہیں گیا تھا۔"

"یہاں نہیں... عدالت میں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ ایسے ہی مجھے ڈرا رہے ہیں... آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں... کیونکہ اس روز میں ہاکس بے تک ہی گیا تھا... اور کہیں نہیں گیا تھا۔"

"چلیے ٹھیک ہے... ثبوت پیش کرنا ہمارا کام ہے... آیئے بھئی چلیں... یہ کہہ کر انہوں نے خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو اشارہ کیا۔

وہ اٹھ گئے... اور کوٹھی سے باہر نکل آئے... کار میں بیٹھنے کے بعد پروفیسر داؤد بولے:

"یہ کیا جمشید! تمہارے پاس تو اس بات کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہے۔"

"آپ بس دیکھتے جائیں... یہ بات اسے بوکھلاہٹ میں ضرور مبتلا کرے گی... اور یہ کوئی اقدام کرے گا... اس طرح ہم ثبوت حاصل کر لیں گے..."

"اور اگر اس نے کوئی اقدام نہ کیا جمشید؟" خان رحمان بولے۔

"یہ ممکن نہیں... ہم یہیں ٹھہریں گے... لیکن کوٹھی سے کچھ فاصلے پر... جلد ہی وہ باہر نکلتا نظر آئے گا اور ہم اس کا تعاقب کریں گے..." انسپکٹر جمشید یہ کہتے ہوئے مسکرائے۔

"خیر بھئی... دیکھتے ہیں... ویسے آج ہمیں تمہارا اندازہ غلط ہوتا نظر آ رہا ہے۔"

"اللہ مالک ہے۔" انہوں نے کہا۔

اور پھر صرف دس منٹ بعد انہوں نے بشیر خان قدوائی کو اپنی کار میں کوٹھی سے نکلتے دیکھا... جلد ہی وہ اس کار کا تعاقب کر رہے تھے... پھر کار ایک کوٹھی میں داخل ہوتی نظر آئی... وہ اپنی کار آگے لیتے چلے گئے... اس کوٹھی کے سامنے گزرتے ہوئے انہوں نے دیکھا کہ اس کوٹھی کے دروازے پر ریاض گوما لکھا تھا... جونہی ان کی نظر اس نام پر پڑی، وہ اچھل پڑے... اور انہوں نے کار روک دی۔

☆☆☆☆☆

ہم کون ہیں

''کیا نظر آ گیا بھئی... ''محمود نے بڑا سا منہ بنایا۔

''م... میں... نے... ایک کار ابھی ابھی پاس سے گزری ہے۔ میں نے اس میں سریانی خان کو دیکھا... ان کے چہرے پر بلا کا خوف تھا... یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے موت کو دیکھ لیا ہے۔''

''حیرت ہے... تم نے ایک نظر میں اتنا کچھ دیکھ لیا۔''

''ان کی رفتار ہماری رفتار سے کچھ ہی زیادہ ہے... اس صورت میں انہیں ہماری گاڑی کے ساتھ ساتھ چند سیکنڈ تو چلنا پڑا... بس اس وقفے میں میں نے دیکھ لیا...''

''ہوں... اچھا خیر... چلو مان لیا... لیکن یہ سریانی خان کون ہیں بھئی... ہم تو ان کا نام پہلی بار تم سے ہی سن رہے ہیں۔''

''ہاہاہا۔'' فاروق ہنسا۔

''یہ کوئی ہنسنے کی بات ہے۔'' فرزانہ جل گئی۔

''ہاں کیوں نہیں... آج میں معلومات میں تم دونوں کو پیچھے چھوڑ گیا... سریانی خان... محکمہ داخلہ کے ایک ڈپٹی سیکرٹری ہیں۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... اس بار سارے کیس میں ڈپٹی سیکرٹری سے

نیچے کوئی آدمی ملتا نظر نہیں آ رہا۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''مجھے ایک بار ابا جان کے ساتھ ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا تھا... اس وقت تم شاید کسی دوسری طرف مصروف تھے... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں... پہلے سریانی خان کا رخ کریں یا فلک شیر نیازی کی طرف جائیں۔''

''میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پہلے ہم سریانی خان کی طرف چلتے ہیں... میں نے ان کے چہرے پر اس قدر خوف دیکھا ہے کہ کیا کسی کے کے چہرے پر اس قدر خوف دیکھا ہوگا... وہاں سے ہم سیدھے فلک شیر کی طرف جا سکتے ہیں۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''کیا خیال ہے... فرزانہ... آج فاروق کے مشورے پر عمل کر لیں۔''

''اس میں مسئلہ یہ ہے کہ ابا جان نے ہمیں اگرچہ واضح حکم نہیں دیا... لیکن ان حالات میں ان کا حکم فلک شیر کی طرف بھیجنے کے علاوہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے...'' فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''تمہاری بات ٹھیک ہے... لیکن ادھر سریانی خان کی موت کا مسئلہ ہے۔''

''اچھی بات ہے... تب پھر بسم اللہ کرو۔'' فرزانہ نے فیصلہ سنایا۔

پندرہ منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد وہ سریانی خان کی کوٹھی کے دروازے پر دستک دے رہے تھے... دروازہ کھلتے ہی ایک باوردی ملازم باہر نکلا اور اس نے چھوٹتے ہی کہا:

''صاحب آج کسی سے نہیں ملیں گے... وہ بہت مصروف ہیں اور انہیں کوئی پریشانی ہے...'' ملازم کا لہجہ پریشان کن تھا... اس کے خاموش

ہونے پر فاروق بولا:

''اسی لیے تو آئے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''اب ہم مطلب کیا بتائیں... مطلب تو خود ہم بھی نہیں جانتے۔''

''کیا مطلب... آپ کس بات کا مطلب نہیں جانتے...'' ملازم نے جھلا کر کہا۔

''افسوس یہی تو ہم جانتے نہیں۔'' فاروق بول اٹھا۔

''کیا!!!'' اس نے بھاڑ سا منہ کھولا۔

''ہم نہیں جانتے کہ ہم کس بات کا مطلب نہیں جانتے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''آپ لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا۔'' اس نے تنگ آ کر کہا۔

''جی نہیں... کم از کم ابھی تک نہیں چلا... ہاں جونہی چلا... آپ کو بتا دیں گے۔''

''آپ لوگ ضرور پاگل ہیں... یا مذاق کر رہے ہیں۔''

''آپ کچھ بھی سمجھیں۔''

''میں کہہ چکا ہوں... وہ کم از کم آج کی تاریخ میں کسی سے ملاقات نہیں کریں گے... انہوں نے یہ بات کوٹھی میں داخل ہوتے ہی کہہ دی تھی... اور ان کا فیصلہ اس قدر اٹل ہوتا ہے کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''خیر ایسی بات نہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیسی بات نہیں؟'' ملازم نے بھنا کر کہا۔

''ہم سوچ سکتے ہیں، لیکن آپ نہیں سوچ سکتے۔'' فاروق مسکرایا۔

''کیا... کیا نہیں سوچ سکتا میں۔'' اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

''یہ کہ ہم کون ہیں... کیا ہیں اور جب ہم لوگ کسی سے ملاقات کرنے کی ٹھان لیتے ہیں تو پھر ملاقات کر کے رہتے ہیں... رہی بات آپ کے صاحب کی... وہ تو ہمیں دوڑ کر ملاقات کے لیے بلائیں گے۔''

''مطلب یہ کہ وہ خود دوڑ کر آئیں گے۔''

''نہیں... وہ آپ کی دوڑ لگوائیں گے... آپ بس ہمارا کارڈ اندر پہنچا دیں۔''

''اچھی بات ہے... یہ تجربہ بھی سہی... لیکن میں جانتا ہوں... مجھے جھاڑ پلا دی جائے گی... اور سخت سست بھی کہا جائے گا... اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ مجھے میرے اس فعل پر ملازمت سے ہی نکال دیں۔''

''آدمی آپ پڑھے لکھے لگتے ہیں... خیر اگر انہوں نے آپ کو ملازمت سے نکال دیا تو ہم آپ کو اس سے اچھی ملازمت دلوا دیں گے۔''

''آپ لوگ اور مجھے ملازمت دلوا دیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ زور سے ہنسا۔

''کیوں! اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے۔''

''آج کل ملازمتیں بہت مشکل سے ملتی ہیں۔ معمولی سی ملازمت بھی بڑی بڑی سفارش یا پھر رشوت کے بغیر نہیں ملتی۔''

''آپ اس بات کو چھوڑیں اور یہ ملازمت چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائیں... آپ کو ملازمت دلوانا ہمارا کام ہوگا۔''

''کک... کیا واقعی۔''

''تجربہ کرلیں۔''

''سچی بات یہ ہے کہ میں اس ملازمت سے بہت تنگ ہوں۔''

''بس تو پھر آجائیں... آپ کو اس سے اچھی اور پرسکون ملازمت دلوادیں گے... لیکن پہلے بات ہوجائے ملاقات کی۔''

''اس میں ذرا بھی غلط بیانی نہیں... آج کے دن انہوں نے بہت سختی سے کہہ دیا ہے کہ کسی سے ملاقات نہیں کریں۔''

''آپ اس بات کی فکر نہ کریں... جا کر یہ کارڈ ان کے سامنے رکھ دیں... محمود نے کہا اور اپنا کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا... اور ساتھ میں ایک کاغذ پر یہ جملے لکھ کر اسے دے دیا۔

''آپ بہت جلد بڑی مشکل میں گھرنے والے ہیں... ہمارے پاس اس بارے میں معلومات ہیں... ان معلومات سے فائدہ نہ اٹھایا تو آپ نقصان میں رہیں گے۔''

''یہ... یہ کیا ہے۔'' ملازم نے حیران ہوکر کہا۔

''پہلے وہ کارڈ دیکھیں گے... اول تو کارڈ دیکھ کر ہی ہمیں ملاقات کے لیے بلالیں گے... اگر ہمارا کارڈ بے کار رہا تو یہ جملے کام آئیں گے۔''

''اور اگر جملے بھی کام نہ آئے تو؟'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''تو پھر ہمارے پاس ایک آخری جملہ ان کے لیے موجود ہے۔''

''تب پھر وہ آخری جملہ بھی پہلے ہی کیوں نہیں لکھ دیتے۔''

''ایسا کرنا مناسب نہیں ہوگا۔''

''سوال یہ ہے کہ میں کیا طریقہ اختیار کروں... اگر کارڈ پڑھے بغیر ہی انہوں نے جھاڑ پلادی۔''

''آپ اندر جا کر یہ نہ کہیں کہ کوئی ملاقات کے لیے آیا ہے... بلکہ کہیں آپ کے لیے ایک پیغام ہے۔''

''اچھی بات ہے... اس شرط پر جا رہا ہوں کہ آپ مجھے نئی ملازمت دلوا رہے ہیں۔''

''ہاں ہاں... کیوں نہیں... ویسے اگر انہوں نے آپ کو نہ نکالا تو کیا آپ پھر ملازمت چھوڑ دیں گے؟'' فاروق نے پوچھا۔

''اگر آپ نئی ملازمت دلوادیں تو...'' وہ بولا۔

''اچھی بات ہے... آپ جائیں۔''

وہ اندر کی طرف مڑ گیا... چند منٹ بعد واپس آتا نظر آیا... اس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئے کہ اسے جھاڑ پلادی گئی ہے... یہ دیکھ کر وہ مسکرا دیے... اتنے میں وہ نزدیک آگیا اور جلے کٹے انداز میں بولا:

''وہی ہوا... جس کا اندازہ تھا...''

''کوئی بات نہیں... کیا انہوں نے آپ کو ملازمت سے نکال دیا۔'' محمود بولا۔

''نہیں... خیر... یہ تو انہوں نے نہیں کہا۔'' اس نے انکار میں سر ہلایا۔

''بس تو پھر... آپ پریشان نہ ہوں اور جب چاہیں ہمارے پاس آجائیں... یعنی ملازمت چھوڑے بغیر... جب ہم آپ کو کہیں اور لگوا دیں تب چھوڑ دیں... ٹھیک ہے۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔''

''اب ذرا ان کا موبائل نمبر بتا دیں۔''

"اس کا کیا کریں گے۔"

"آپ کو ایک منظر دکھانے کا ارادہ ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"منظر... کیا مطلب؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں منظر... کہاں تو وہ ہم سے ملاقات کرنے سے انکاری ہیں اور کہاں وہ دوڑ کر آئیں گے۔" محمود نے پر یقین انداز میں کہا۔

"آپ پہلے بھی یہ بات کہہ چکے ہیں... خیر اس کا تجربہ بھی ہو ہی جائے... آپ بھی کیا یاد کریں گے۔" وہ پہلی بار مسکرایا اور پھر اس نے انہیں موبائل نمبر بتا دیے...

محمود نے سوچا... کہیں وہ انجانا نمبر دیکھ کر وہ فون نہ سنیں... یا فون بند نہ کر دیں... لہٰذا اس نے پیغام دیا... اس کے الفاظ یہ تھے:

"ہم لوگ آپ کی کوٹھی کے باہر موجود ہیں... سیاہ گلاب آپ پر وار کرنے کے لیے پر تول چکا ہے... ہم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کا صرف تین منٹ تک انتظار کریں گے... پھر چلے جائیں گے... اب آگے آپ کی مرضی۔"

یہ پیغام بھیج کر اس نے گھڑی پر نظر ڈالی... لیکن ابھی ایک منٹ ہی ہوا تھا کہ انہوں نے سریانی خان کو بری طرح دوڑ کر آتے دیکھا... یہ دیکھ کر ملازم کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں... ادھر سریانی خان نے ان کے قریب رکتے ہوئے کہا:

"تت... تو... وہ پیغام آپ نے دیا ہے۔"

"ہاں جناب! اس سے پہلے اپنا کارڈ اور چند جملے لکھ کر بھی آپ کو بھیج چکے ہیں۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"آؤ... آؤ... اندر آ جاؤ... تیمور خان... دروازہ اندر سے بند کر دو... جب تک میں ان سے بات نہ کر لوں... کسی کو اندر نہ آنے دینا اور نہ مجھے کوئی پیغام دینا... میں اپنے موبائل بند کر رہا ہوں... گھر کے فون کی پن بھی نکال رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی انہوں نے محمود کو بازو سے پکڑ لیا اور انہیں اندر کی طرف لے چلا... ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی:

☆☆☆☆☆

نوٹ بک

''خان رحمان! تم نے دیکھا... اس کوٹھی کے دروازے پر ریاض گوما کا نام لکھا ہے۔''

''ہاں جمشید... یہ ریاض گوما چیف سیکرٹری ہیں...''

''اس کا مطلب ہے... اس سارے چکر کا دائرہ بہت دور تک پھیلا ہوا ہے... یہاں تک کہ اس معاملے کا چیف سیکرٹری سے بھی تعلق ہے۔'' پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

''جی ہاں پروفیسر صاحب... یہی بات ہے... اور اب ہمیں اس کیس میں بہت زیادہ احتیاط سے قدم اٹھانا ہوگا... ارے باپ رے... محمود، فاروق اور فرزانہ کو تو میں کھلی چھٹی دے بیٹھا ہوں... وہ تو کسی قسم کی احتیاط نہیں کریں گے۔'' انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

''لیکن بھئی... وہ اس طرف تھوڑی ہی آئے ہیں... انہیں تو تم فلک شیر نیازی کی طرف بھیجا ہے نا۔''

''ہاں! بالکل... لیکن اس کیس کی بھی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آ رہی... میرا خیال ہے... انہیں احتیاط سے کام لینے کا پیغام تو ہم دے ہی سکتے ہیں۔''

''تب پھر دے دو...'' خان رحمان مسکرائے۔

انہوں نے محمود کے نمبر ڈائل کیے... دوسری طرف سے فوراً ہی محمود کی آواز سنائی دی:

''کہاں ہو محمود۔''

''وہیں... جہاں کے لیے بھیجا تھا۔''

''کیا تم فلک شیر نیازی سے ملاقات کر چکے ہو۔''

''جی اب ان کے ساتھ اندر جا رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... دیکھو... پہلے میں نے تمہیں کھلی چھٹی دی تھی۔''

''تو کیا اب آپ ہماری چھٹی بند کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔'' محمود نے ہنس کر کہا۔

''نہیں... لیکن میں تمہیں احتیاط کرنے کا مشورہ دینا چاہتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے ابّا جان۔'' اس کی آواز سنائی دی۔

''مذاق نہیں... بہت سنجیدہ مسئلہ ہے۔''

''جی... کیا مطلب؟'' محمود چونکا۔

''مطلب تو ابھی تک خود مجھے بھی معلوم نہیں۔''

''ٹھیک ہے، آپ فکرمند نہ ہوں... ہم پوری احتیاط سے کام لیں گے... ویسے مسئلے کی سنجیدگی کا پتا ہمیں بھی احساس ہو چلا ہے۔''

''اچھا خیر... میں تم سے فون پر کچھ نہیں پوچھوں گا... اب ملاقات پر بات کریں ہوگی۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

''کس کا فون تھا...'' سریائی خان نے اسے گھورا۔

''ہمارے والد صاحب کا۔''

"کیا وہ میرے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟" انہوں نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"جی نہیں۔"

"کیا انہوں نے آپ کو میری طرف نہیں بھیجا۔" ان کا لہجہ اور زیادہ ناخوش گوار ہو گیا۔

"یہ ٹھیک ہے۔" محمود نے جواب دیا۔

"تب پھر، وہ [illegible] بارے میں کچھ کہہ رہے ہوں گے۔"

"نہیں... اس وقت وہ کوئی اور بات کر رہے تھے۔"

"اچھی [illegible] ہے۔" انہوں نے سرد آہ بھری۔

اور پھر وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئے... ڈرائنگ روم انوکھی طرز سے سجا ہوا تھا... دیوار پر ایک فریم نظر آیا... اس میں ایک بہت بڑی تصویر تھی... اور یہ تصویر سیاہ گلاب کی تھی...

"یہ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔" محمود کے منہ سے نکلا۔

"کیوں... اگر آپ لوگوں کو سیاہ گلاب کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تو پھر مجھے کیوں اس کا حوالہ دیا؟"

"معلوم تو ہے... ہم تو اس فریم کو دیکھ کر حیران ہوئے ہیں۔"

"اچھا بتائیں... آپ کس سلسلے میں ملنے کے لیے آئے ہیں۔"

"سیاہ گلاب ایک تنظیم ہے... آپ کا اس تنظیم سے تعلق ہے... ہم جاننا چاہتے ہیں... آپ کا اس سے کیا تعلق ہے۔"

"یہ ایک فلاحی تنظیم ہے... لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کرتی ہے۔"

"تب پھر آپ سیاہ گلاب کا نام پڑھ کر بدحواسی کے عالم میں ہماری طرف

کیوں دوڑ پڑے تھے۔" فرزانہ نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

وہ دھک سے رہ گئے... اس سوال کا انہیں کوئی جواب نہ سوجھا، لڑکھڑاتی آواز میں بولے:

"میں... میں اس سے نجات چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب... آپ سیاہ گلاب سے نجات چاہتے ہیں۔"

"ہاں! لیکن آپ لوگ سیاہ گلاب کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔"

"یہ ایک ایسی خفیہ تنظیم ہے... جس نے بڑے بڑے سرکاری افسروں کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے... اور ان سے اپنی مرضی کے کام لے رہے ہیں... اب ظاہر ہے، اس طرح ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے گا... سرکاری افسران جب اپنے اصل افسروں کے احکامات کو تو مانیں نہ اور ایک نہ معلوم تنظیم کے حکم پر عمل پیرا ہوں تو ملک میں گڑبڑ ہو گی یا نہیں۔"

"بالکل ہو گی..." سریانی خان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"اب آپ بتائیں... یہ سیاہ گلاب کیا ہے... آپ ان کے زیر اثر کیسے آ گئے؟" محمود نے ان کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ان لوگوں کے پاس ایک نوٹ بک ہے۔" سریانی خان لرزتی آواز میں بولے۔

"ان لوگوں کے پاس ایک نوٹ بک ہے.. تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے... کسی کے پاس نوٹ ہونا تو کوئی عجیب بات نہیں۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! آپ یہ کہہ سکتے ہیں۔"

"تو کیا اس میں کوئی عجیب بات ہے۔"

"کوئی ایسی ویسی... اس سے عجیب اور خوفناک چیز تو ہم لوگوں کے لیے

اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"مہربانی فرما کر اپنی بات کی وضاحت کریں۔"

"اچھی بات ہے... میں آپ کو تفصیل سناتا ہوں... لیکن وہ لوگ مجھے اس سلسلے میں سزا بھی دے سکتے ہیں... اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ میری اس سلسلے میں کوئی مدد بھی نہیں کر سکیں گے... اگر چہ..." وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"اگر چہ کیا؟"

"اگر چہ آپ لوگ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"اوہ تو آپ نے یہ بات جان لی۔"

"ہاں! آپ کے نام پڑھتے ہی میں جان گیا تھا۔"

"خیر... یہ اچھا ہوا... اب ہم کھل کر بات کر سکیں گے۔"

"جب کہ میں جانتا ہوں... آپ میرے لیے کچھ نہیں کر سکیں گے اور ان لوگوں کے بارے میں بتا دینے کے بعد شاید وہ مجھے کوئی سزا دیں... پھر بھی میں آپ سے بات کرنے پر خود کو مجبور پا رہا ہوں... اس لیے کہ میری راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہے... میں سو نہیں پاتا... دن بھر میرا سر گھومتا رہتا ہے... میں خود سے کہتا ہوں... ملازم تو میں حکومت کا ہوں... تو پھر میں ان کے احکامات کیوں مانتا ہوں۔"

"تب پھر آپ کیوں ان کے احکامات کو مانتے ہیں۔"

"اسی نوٹ بک کی وجہ سے۔" وہ اداس انداز میں مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"وہ نوٹ بک... کیا ہے... اس دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے... جس کا چاہتے ہیں اس میں سے نام نکال لیتے ہیں... اور اس نام کے آگے اس شخص کے بارے میں تمام تر معلومات اس میں درج ہیں... وہ ان معلومات میں کمزور پہلو چن

لیتے ہیں... ایسے پہلو... جن کا منظر عام پر آنا اس شخص کی موت کے برابر ہے... اور پھر اسے اپنے دفتر میں بلا لیتے ہیں... وہ معلومات اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں... اور اس سے پوچھتے ہیں... ہم ان معلومات کو اخبارات کی زینت بنا دیں یا آپ ہمارے احکامات ماننا منظور کرتے ہیں تو... ان معلومات کو پڑھ کر انسان کانپ اٹھتا ہے... اور ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیتا ہے۔"

"اور جن کا کوئی کمزور پہلو ہو ہی نہ۔"

"ایسے لوگوں کو بھلا اس نوٹ بک سے کیا خوف ہو سکتا ہے... لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے... ہمارے اس معاشرے میں لوگوں کے ایسے ویسے کمزور بلکہ گھناؤنے پہلو ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"تو آپ بھی ان کے احکامات مان رہے ہیں۔"

"ہاں! میں مجبور ہوں۔"

"وہ لوگوں کو بلاتے کہاں ہیں۔"

"وہاں غیر متعلق افراد نہیں جا سکتے۔"

"ہم وہاں جائیں گے۔" محمود بولا۔

"نہیں جا سکیں گے... اور اگر کسی طرح چلے گئے تو کچھ نہیں کر سکیں گے، اس لیے کہ..." وہ ایک بار پھر کہتے کہتے رک گئے۔

"اس لیے کہ کیا؟"

"بس! اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کر سکتا... اور مجھے نہیں معلوم... اب وہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"ان کا انچارج کون ہے۔"

"میں کسی کو نہیں جانتا... وہاں کسی آدمی سے ملاقات نہیں ہوئی... باہر

نگران ضرور ہوتے ہیں... وہ نام اور عہدے پوچھتے ہیں اور اندر جانے کا اشارہ کر دیتے ہیں... آگے ہدایات لکھی نظر آتی ہیں... بس ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے آخر انسان اس نوٹ بک کے کمرے تک پہنچ جاتا ہے... وہاں ہدایت لکھی نظر آتی ہے... آپ نوٹ بک میں اپنا نام نکالیں... اس کا طریقہ بھی درج ہوتا ہے... جب نوٹ بک کا وہ صفحہ اس کے سامنے آتا ہے... تو وہ لرز اٹھتا ہے..."

"اس کا مطلب ہے اس عمارت میں کسی آدمی سے ملاقات نہیں ہوتی۔" فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں! یہی بات ہے... ان حالات میں آپ سوچ لیں... کیا کر سکتے ہیں۔"

"ہم اس نوٹ بک کو اٹھا لائیں گے۔"

"ہاہاہا... ہاہاہا۔" سریانی خان زور زور سے ہنسنے لگا۔

"خیر تو ہے... آپ اس طرح کیوں ہنس رہے ہیں۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"تو پھر کس طرح ہنسوں۔" وہ یک دم بولے۔

"اس طرح... ہو... ہو... ہو" فاروق نے جھلا کر کہا۔

اس پر وہ پھر ہنسنے لگا... اور ہنستا چلا گیا... تنگ آ کر فاروق نے کہا:

"جب تک ہنسنے کا پروگرام ہے... ہمیں بتا دیں... ہم اس وقت تک ذرا ستا لیتے ہیں... ہاں اور کیا۔"

"تم نہیں سمجھے... خیر میں بتاتا ہوں... تم بھی کیا یاد کرو گے... ارے بھئی... وہاں کوئی نوٹ بک نہیں ہے۔"

"کیا مطلب..."

"مطلب یہ کہ وہ نوٹ بک آپ کو کمپیوٹر پر نکالنی پڑتی ہے۔"

"اوہ... اوہ۔"

"لہٰذا آپ نوٹ بک کو اٹھا کر نہیں لا سکتے... وہ نمبر بتائے گی۔"

"پھر تو وہ کہیں بھی پڑھی جا سکتی ہے۔"

"نمبر... اسی عمارت میں معلوم ہوتا ہے... ہدایات میں سب سے پہلے نمبر ہی بتایا جاتا ہے۔"

"خیر... ہم ان نگرانوں سے اپنا کام شروع کر سکتے ہیں... آخر انہیں کسی نے تو ملازم رکھا ہی ہوگا۔"

"یہ آپ کا کام ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں... پتا نوٹ کر لیں... 1120 گرامی روڈ۔"

عین اسی لمحے کوٹھی میں ایک ہولناک آواز گونج اٹھی:

☆☆☆☆☆

سیاہ گلاب

''چلو انہیں تو فون کر دیا... اب ہم ذرا ریاض گوما سے بات کر لیں۔''

''دیکھ لو جمشید... بہت بڑا آدمی ہے... سنا ہے... وزیر اعلیٰ کا سالا بھی ہے... کہیں تمہارے خلاف نہ ہو جائے۔''

''بھلا مجھے اس کی کیا پروا کہ کوئی میرے خلاف ہوتا ہے یا نہیں... ہمیں تو بس اپنا کام کرنا ہے... اور ہم دیکھ چکے ہیں... بشیر قدوائی اس کوٹھی میں داخل ہوا ہے۔'' انسپکٹر جمشید پر سکون انداز میں مسکرائے۔

''ابھی تک نہ تو بشیر قدوائی کا کوئی جرم ہماری نظروں میں آیا ہے نہ ریاض گوما کا... آخر تم ان سے ملاقات کس بہانے سے کرو گے۔''

''بہانے کی ضرورت نہیں... میں دوٹوک بات کروں گا... صاف صاف بتا دوں گا کہ ہم کیوں آئے ہیں۔''

''تب تو معاملہ اور زیادہ بگڑ جائے گا جمشید۔'' پروفیسر بولے۔

''پروا نہ کریں... میں اس معاملے میں کچھ زیادہ ہی فکر مند ہو گیا ہوں... اگر وہی ہو رہا ہے جس کا ہم نے اندازہ لگایا ہے... تب یہ پورے ملک کے لیے خطرناک ہے... آخر ہمارا ملک ایک آزاد ملک ہے اور ہم بھی آزاد ہیں... اور یہ آزادی ہمیں بھیک میں نہیں ملی... اس کے لیے لاکھوں لوگوں نے قربانیاں دی

ہیں... اپنی جانیں قربان کی ہیں، اپنے مال قربان کیے ہیں... اپنے بچوں کے جسموں میں نیزوں کو آر پار دیکھا ہے... یہ ملک ہمیں اتنا سستا نہیں مل گیا... کوئی ملک یا کوئی خفیہ طاقت اس کے خلاف سازش کرے... یہ ہم کس طرح برداشت کر سکتے ہیں... اور پھر یہ سازش تو ویسے بھی عام سازش نہیں ہے... یہ تو پوری دنیا کو غلام بنانے کے برابر ہے... ابھی ہمیں اس کی پوری تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں... لیکن میرا اندازہ ہے... بہت گھناؤنا کھیل شروع ہے... نہیں پروفیسر صاحب... نہیں خان رحمان، ہمیں اس کھیل کو روکنا ہو گا... ہم نہیں روکیں گے تو کون روکے گا خان رحمان۔'' انسپکٹر جمشید جذباتی ہو گئے۔

''جمشید تم فکر نہ کرو... ہم تمہارے ساتھ ہیں... زندگی کے آخری سانس تک ساتھ ہیں... اس ملک کے دشمنوں کے ہم دشمن ہیں...'' پروفیسر داؤد فوراً بولے۔

''بس تو پھر آؤ... یہ وقت ریاض گوما سے ملاقات کے لیے مناسب ترین ہے... اس لیے کہ بشیر خان قدوائی بھی یہیں موجود ہیں۔''

ان کا رخ ریاض گوما کی کوٹھی کی طرف ہو گیا... باہر مسلح پہرے دار موجود تھے... ایک طرف ایک کیبن بنا تھا... اس پر استقبالیہ لکھا تھا... وہ اسی طرف بڑھ گئے... اندر ایک شخص چوکس بیٹھا تھا... انہوں نے اپنے کارڈ اس کے آگے رکھ دیے... کارڈ کو پڑھ کر اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہو گئے... اس نے اٹھ کر انہیں کیبن میں بیٹھنے کی دعوت دی...

''نہیں... ہم بیٹھیں گے نہیں۔''

''لیکن جناب! گوما صاحب سے رابطہ کرنے میں چند منٹ لگ سکتے ہیں اور پھر آپ سے پہلے ایک ملاقاتی اندر گئے ہوئے ہیں... ظاہر ہے... وہ

انہیں فارغ کر کے ہی آپ سے ملاقات کریں گے... میں فون پر انہیں بتا دیتا ہوں
آپ تینوں کے بارے میں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اس نے فون پر ایک نمبر ڈائل کیا... دوسری طرف سے ایک
بھاری بھرکم آواز گونجی:

"ہاں! کیا بات ہے۔"

"سر! یہاں کیبن میں پروفیسر داؤد، خان رحمان اور انسپکٹر جمشید
موجود ہیں... اور آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب..." ادھر سے چونک کر کہا گیا۔

"جی ہاں! تینوں حضرات آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں۔"

"ان سے ملاقات کی غرض پوچھو اور پانچ منٹ بعد مجھے فون کرنا۔"

اب وہ ان کی طرف مڑا:

"وہ پوچھ رہے ہیں... آپ لوگ کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں۔"

"ہمارے ملک کے خلاف ایک ہولناک سازش شروع ہو گئی ہے...
اس بارے میں انہیں بتانا ہے... اور یہ بہت ضروری ہے۔"

"اچھی بات ہے... میں ان سے بات کر کے آپ کو بتاتا ہوں... انہوں
نے پانچ منٹ بعد بات کرنے کے لیے کہا ہے... لہٰذا اس سے پہلے میں فون نہیں کر
سکتا۔"

"کوئی بات نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

پھر ٹھیک پانچ منٹ بعد اس نے فون کیا... اور ان کا جواب ریاض گوما کو
بتایا... ادھر سے کہا گیا:

"ٹھیک ہے... ان میں سے دو حضرات کو بھیج دو... یعنی خان رحمان اور
پروفیسر داؤد صاحب... میں انسپکٹر جمشید سے ملنا اپنی توہین خیال کروں گا۔"

اس نے یہ جواب انہیں بتا دیا... انسپکٹر جمشید سن کر مسکرا دیے...
گویا انہیں ذرا بھی غصہ نہیں آیا تھا۔

"آپ دونوں جائیں اور ان سے ملاقات کریں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے جمشید... ہم تمہارے بغیر اس سے ملاقات نہیں کریں
گے... یہ تک کیا ہوئی... تم سے ملاقات میں ان کی توہین کیوں ہے۔"

"یہ تو وہی بتائیں گے... میرا خیال تو یہ ہے کہ تم ان سے ملاقات کر لو۔"

"ہرگز نہیں جمشید... جو شخص تم سے ملنا پسند نہیں کرتا... ہم بھی اس سے
نہیں ملیں گے..." پروفیسر صاحب پرزور انداز میں بولے۔

"لیکن پروفیسر صاحب... اس سے ملنا ہماری ضرورت ہے... نہ کہ اس
کی... ہم ملاقات نہیں کریں گے تو اسے کیا... جب کہ ہمیں اس کیس کی تہ تک پہنچنا
ہے... لہٰذا آپ دونوں جائیں۔"

"لیکن جمشید..."

"لیکن ویکن نہیں... آپ جائیں۔"

"تو تم اپنا اجازت نامہ کیوں نہیں استعمال کرتے۔"

"ابھی نہیں... ضرورت پڑی تو۔" وہ مسکرائے۔

"کیا تم واقعی یہ چاہتے ہو جمشید کہ ہم اندر چلے جائیں۔"

"ہاں! بالکل... البتہ آتے ہوئے اس سے یہ کہ آئیں... سیاہ گلاب
آپ کی تاک میں ہے... اور اس کی تفصیل جمشید کو معلوم ہے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا... اچھا تو پھر ہم چلتے ہیں۔"

یہ بات چیت انہوں نے کیبن سے باہر اور دبی آواز میں کی تھی... کیبن میں بیٹھا شخص کوئی بات بھی نہیں سن سکا تھا... اب وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے...

"ٹھیک ہے... آپ ہم دونوں کو اندر بھجوا دیں... ہمارے ساتھی یہیں کیبن میں ہمارا انتظار کر لیتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔

اور پھر ایک ملازم کے ساتھ وہ اندر پہنچے... اسی وقت انہوں نے بشیر خان قدوائی کو ایک کمرے سے باہر آتے دیکھا... وہ اپنے ہی خیال میں محو تھا، اس نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں اور ان کے پاس سے گزرتا چلا گیا... ملازم نے انہیں اسی کمرے میں جانے کا اشارہ کیا... دونوں اندر داخل ہو گئے... انہوں نے ایک شاہانہ کرسی پر ریاض گوما کو بیٹھے دیکھا... کرسی چاروں طرف گھوم سکتی تھی اور آرام کرسی کی شکل بھی اختیار کر سکتی تھی... ان کا سر کرسی کی پشت سے لگا ہوا تھا... آنکھیں بند تھیں...

"السلام علیکم جناب۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں... بے خیالی کے انداز میں ان دونوں کو چند سیکنڈ تک دیکھتے رہے... پھر چونک کر کرسی میں سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے بولے:

"پروفیسر داؤد اور خان رحمان صاحبان۔"

"جی ہاں!" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"تشریف رکھیے... میں حیران ہوں... آپ لوگ کس سلسلے میں آئے ہیں اور وہ صاحب تو مجھے ویسے ہی پسند نہیں۔"

"آپ کا اشارہ انسپکٹر جمشید کی طرف ہے۔"

"تو اور کس کی طرف ہو سکتا ہے بھلا۔"

"بھلا انسپکٹر جمشید آپ کو کیوں پسند نہیں۔" پروفیسر داؤد نے بُرا سا منہ بنایا۔

"پسند اپنی اپنی۔"

"خیر... کوئی بات نہیں... اب آپ بتانا پسند کریں گے... بشیر خان قدوائی آپ سے کس سلسلے میں ملنے کے لیے آئے تھے۔" خان رحمان نے انسپکٹر جمشید کے انداز میں پوچھا... ان کے انداز پر پروفیسر داؤد مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیوں... اس سوال کا آپ سے کیا تعلق۔"

"ہم ایک کیس کے سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں۔" پروفیسر بولے۔

"اور میں آپ کو یاد کرانا پسند کروں گا کہ آپ ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے سائنس دان ہیں... کوئی پولیس آفیسر نہیں اور یہی بات میں خان رحمان صاحب سے کہنا پسند کروں گا... یہ ایک ریٹائرڈ فوجی ہیں... کوئی پولیس انسپکٹر نہیں..."

"آپ اس بات کو جانے دیں... ہمارے ساتھ بات کر لیں..."

"میں تو بات کرنے کے لیے تیار بیٹھا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"اچھی بات ہے..."

"یہ بشیر خان قدوائی آپ کے پاس کیوں آئے تھے۔" خان رحمان نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا اور پروفیسر داؤد ان کے انداز پر دل ہی دل میں ان کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔

"کیا مطلب... یہ کیوں پوچھا آپ نے... وہ ایک سرکاری آفیسر ہیں

محکمہ خارجہ میں ڈپٹی سیکرٹری ہیں اور میں صوبے کا چیف سیکرٹری ہوں... ہم لوگوں کو اکثر ایک دوسرے سے ملنا پڑتا ہے۔"

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔" خان رحمان بولے۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" ریاض گوما کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ صرف یہ بتائیں... وہ اس وقت کس کام سے آئے تھے۔"

"وہ ایک سلسلے میں پریشان تھے... میں آپ کو یہ نہیں بتا سکتا کہ کس سلسلے میں پریشان تھے... کیونکہ میں آپ کے سوالات کے جوابات دینے کا پابند نہیں ہوں۔"

"تو اس صورت میں آپ کہہ سکتے ہیں، میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"اور میں نے یہی کہا ہے۔"

"ٹھیک ہے... کیا میں اپنا خیال ظاہر کروں۔" خان رحمان مسکرائے۔

"کیا مطلب... کس بات کا خیال؟"

"اس بات کا کہ بشیر احمد قدوائی آپ سے کس سلسلے میں ملنے آئے تھے۔" خان رحمان نے جلدی سے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے... آپ یہ بات بتا سکتے ہیں..." اس مرتبہ ریاض گوما نے اور زیادہ حیرت ظاہر کی۔

"ہاں... کیوں نہیں۔"

"تب پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت۔" وہ بھنا کر بولا۔

"یہ جاننے کے لیے پوچھا تھا کہ آپ جواب دیتے ہیں یا نہیں... اور اب آپ مجھ سے سنیں... بشیر خان قدواتی آپ سے سیاہ گلاب کے سلسلے میں ملنے

کے لیے آئے تھے۔"

"کیا!!!" وہ زور سے چلا اٹھے۔

ایسے میں ان کے فون کی گھنٹی بجنے لگی، ساتھ ہی انہوں نے کہا:

"انسپکٹر جمشید کو بھی اندر بلا لیتے ہیں۔"

اور پھر وہ اندر آئے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی:

☆☆☆☆☆

خوفناک

120 گرامی روڈ پر پہنچ کر انہوں نے اس عمارت کی طرف دیکھا... اس کے چاروں طرف غیر ملکی نگران موجود تھے۔ اور وہ تھے بھی مسلح۔ انہیں نزدیک آتے دیکھ کر انہوں نے اپنے اسلحے کا رخ ان کی طرف کر دیا:

''کیا خیال ہے... یہ تو انشارجہ کے لوگ لگتے ہیں۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''ہاں! چلو اس سے یہ تو پتا چلا کہ یہ سارا چکر انشارجہ چلا رہا ہے... اور اگر ان لوگوں سے وہ فون والی غلطی نہ ہو جاتی تو رضوان قاسمی ہمارے پاس نہ آتے تو ہمیں پتا بھی چلتا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ سب اللہ کی مہربانی سے ہوا تھا۔

''اس طرف داخلہ منع ہے۔'' ایک نگران نے انگریزی میں کہا۔ اس کا لہجہ بہت کرخت تھا۔ آنکھوں میں ان کے لیے نفرت تھی۔

''ہمیں اس عمارت کے اندر جانا ہے... اس کی تلاشی لینا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ نگران چلا اٹھا۔

''آپ نے میرے الفاظ سنے نہیں... ہمیں اندر جانا ہے۔''

''چلو بھاگو... ورنہ فائرنگ کر دوں گا اور کوئی ہم سے پوچھے گا بھی نہیں کہ ہم نے فائرنگ کیوں کی... اس لیے کہ یہاں کی حکومت کو معلوم ہے... اس طرف اس ملک کا کوئی شہری نہیں آ سکتا۔''

''کیا کہا۔'' وہ دھک سے رہ گئے۔

''پہلے اپنی حکومت سے پوچھو... کروسیڈ ہال کا کوئی رخ کر سکتا ہے، تم لوگوں کو بتایا جائے گا... نہیں... بالکل نہیں... بلکہ یہاں تو تمہارے ملک کا صدر بھی نہیں آ سکتا۔''

''کیا کہا... یہاں ہمارے ملک کے صدر بھی نہیں آ سکتے۔'' محمود نے مارے حیرت کے کہا۔

''ہاں! بالکل۔''

''اچھی بات ہے... پہلے ہم معلومات لے لیں... پھر آپ کو بتائیں گے... ہم اس عمارت کو اندر سے دیکھ سکتے ہیں یا نہیں۔''

''اس بات کو بھول جاؤ... اور یہاں سے چلے جاؤ... ورنہ مشکل میں پھنس جاؤ گے۔''

''ارے نہیں بھئی... ہمیں بہرحال اس عمارت کو اندر سے دیکھنا ہے اور اگر ہم نے یہ کام نہ کیا تو سمجھو کچھ بھی نہیں کیا...''

یہ کہ کر محمود نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے... سلسلہ ملنے پر اس نے فوراً کہا:

''السلام علیکم انکل۔''

''کیا حال ہے محمود... کیسے یاد کیا۔''

''کروسیڈ ہال کے سلسلے میں فون کیا ہے انکل۔''

''ارے باپ رے... واپس لوٹ آؤ... کیا جمشید بھی ہیں ہیں۔''

''نہیں... ہم تین اس وقت اس عمارت کے باہر موجود ہیں... اسلحے

کا رخ ہماری طرف ہے... ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہاں تو ملک کا صدر بھی نہیں آسکتا۔''

''ایسا ہمارے ملک کے سابقہ صدر کی مہربانی سے ہوا ہے۔''

''جی کیا مطلب؟''

''انشارجہ نے ملک کو ایک بہت بڑی رقم امداد کی صورت میں منظور کی... رقم قابلِ واپسی بھی نہیں تھی... اور ملک کی مالی حالت اس وقت بہت کمزور تھی... لیکن انشارجہ کے صدر نے اس امداد کی صرف ایک شرط رکھی... اور وہ یہ کہ دارالحکومت میں گرامی روڈ پر انہیں ایک عمارت بنانے کی اجازت دی جائے، لیکن اس عمارت پر کسی قسم کا ملکی اختیار نہیں ہوگا... یعنی ملک کا کوئی شہری اس عمارت میں نہیں آسکے گا... صرف وہ لوگ آسکیں گے جن کے بارے میں انشارجہ کا کوئی اعتراض نہیں ہوگا... اب صدر نے کردیے دستخط... بس اس وقت سے یہ مسئلہ ہے... یہ لوگ وہاں کسی کو بھی نہیں آنے دیتے... یہاں تک کہ صدر صاحب تک کو نہیں آنے دیتے... ایک مرتبہ صدر صاحب نے کوشش کی تھی... لیکن انہیں بھی روک دیا گیا...''

''تب پھر نئے صدر صاحب اس معاہدے کو منسوخ کیوں نہیں کر دیتے۔''

''اس صورت میں وہ بڑی رقم واپس کرنا ہوگی... اور اس سے ملک کے بجٹ پر بڑا اثر پڑے گا۔''

''کیا آپ کو معلوم ہے... اس عمارت کے ذریعے کیا کام لیا جا رہا ہے۔''

''نہیں۔''

''خیر... ہم وہیں آکر آپ کو بتاتے ہیں۔''

''کیا مطلب... تو کیا تم اسی وقت آ رہے ہو۔''

''جی ہاں! ہم اور کر ہی کیا سکتے ہیں... دیکھیے نا... عمارت میں ہم داخل ہو نہیں سکتے... تو اس کیس میں آگے آگے بڑھنے کا سلسلہ تو بالکل رک گیا ہے... اب لے دے کر ابا جان رہ گئے ہیں... ان کا رخ ابھی تک اس عمارت کی طرف ہوا نہیں۔''

''ٹھیک ہے... تم یہاں آجاؤ... پھر ہم اس بارے میں سوچیں گے۔''

''ٹھیک ہے انکل...''

فاروق اور فرزانہ ہونے والی گفتگو سے اندازہ لگا ہی چکے تھے... لہٰذا انہوں نے کچھ نہ پوچھا۔

''آؤ چلیں۔'' محمود بولا۔

وہ لگے مڑنے تو ایک نگران نے گہرے طنزیہ انداز میں کہا۔

''جا رہے ہیں... عمارت کو اندر سے دیکھے بغیر۔''

''ہاں! جا رہے ہیں... لیکن ہم پھر آئیں گے۔''

''جاؤ... جاؤ... منہ دھو رکھو... جب تمہارا صدر اس عمارت میں داخل نہیں ہوسکتا تو تم تو ہو کس کھیت کی مولی۔''

''یہ وقت بتائے گا کہ ہم کس کھیت کی مولی ہیں۔'' محمود نے کہا اور وہ ہنسنے لگے۔

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے... آئی جی صاحب انہی کا انتظار کر رہے تھے... تینوں سے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے انہوں نے کہا:

''ہاں! اب بتاؤ... کیا معاملہ ہے۔''

محمود نے ساری تفصیل سنا دی... نوٹ بک کی تفصیل سن کر آئی جی صاحب حد درجے پریشان ہو گئے...

''اب... اب کیا کیا جائے گا۔'' انہوں نے کہا۔

''ابا جان کو یہیں بلا لیتے ہیں... کیونکہ اب ہم سب کو مل بیٹھنا چاہیے۔''

''بالکل ٹھیک۔'' آئی جی صاحب پکار اٹھے۔

محمود نے اپنے والد کے نمبر ڈائل کیے، جلد ہی ان کی آواز سنائی دی:

''ہاں محمود... خیر تو ہے۔''

''ہم اس عمارت کے آس پاس سے ہو آئے ہیں... جو معلومات حاصل ہوئی ہیں... حیرت انگیز حد تک خوفناک ہیں... ہم اس وقت آئی جی صاحب کے دفتر میں موجود ہیں... ان کا خیال ہے... آپ بھی یہیں آ جائیں۔''

''اچھی بات ہے... لیکن میرے وہاں پہنچنے میں تو کچھ وقت لگ جائے گا۔'' انہوں نے ایک نظر ریاض گوما پر ڈالتے ہوئے کہا... ان کا رنگ بالکل زرد پڑ چکا تھا۔

''میں پوچھتا ہوں۔'' محمود نے کہا اور پھر آئی جی صاحب سے بولا:

''کوئی پروا نہیں... ہم انتظار کریں گے۔'' وہ بولے۔

یہ جواب محمود نے انہیں بتا دیا... انسپکٹر جمشید فون بند کر کے ریاض گوما کی طرف مڑے:

''آپ کم سے کم وقت میں بتائیں... کیا کہنا چاہتے ہیں... کیونکہ مجھے آئی جی صاحب نے طلب فرمایا ہے... میں زیادہ دیر نہیں رک سکتا... وہ میرا انتظار کر رہے ہیں۔''

''آپ جانتے ہیں... کس سے بات کر رہے ہیں۔'' ریاض گوما نے جھلا کر کہا۔

''جی ہاں! چیف سیکرٹری صاحب سے... لیکن پھر آپ سیاہ گلاب کا نام سن کر گھبرا کیوں گئے...''

''وہ... وہ اور بات ہے۔''

''اچھی بات ہے... میں نہیں جانتا... یہ سیاہ گلاب کی تنظیم کیا بلا ہے... لیکن اس نے ہمیں اپنے قابو میں کر رکھا ہے... فلک شیر نیازی بھی اس تنظیم کے جال میں ہیں... اور مجھے یہ بتانے آیا تھا کہ اس کھیل میں اب آپ لوگ شامل ہو گئے ہیں۔''

''سیاہ گلاب آپ سے کام کیا لیتا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''خاص طور پر تو وہ تبادلے کراتا ہے۔''

''کیا مطلب...''

''مثلاً یہ کہ فلاں شخص کی جگہ فلاں کو لگا دیا جائے... فلاں کی جگہ فلاں کو لگا دیا جائے... اب اس قسم کے کام ہم لوگوں کے لیے ذرا بھی مشکل نہیں ہیں... لہٰذا ہم خود کو اس کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔''

''اوہ...'' ان کے منہ سے نکلا۔

''چند نام... جن کو آپ نے ان کے کہنے پر لگایا ہے۔''

''یہ نام میں دفتر میں بتا سکوں گا... لیکن۔'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''لیکن کیا؟''

''اب وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے... کیونکہ میں نے آپ کو راز کی بات بتا دی ہے، اصل کام وہ تبادلوں کا لیتا ہے... اور سارے شہر کے لوگوں سے یہ کام لے رہا ہے...''

''سارے شہر کے لوگوں سے... کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ... تمام بڑے بڑے آفیسرز سے۔''

''آخر اتنے بہت سے لوگوں کی کمزوریوں سے یہ لوگ کس طرح واقف ہو گئے۔''

''میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں۔''

''اچھی بات ہے... میں چلتا ہوں... صبح آپ کے دفتر حاضر ہوں گا... آپ ان لوگوں کے نام پتے پہلے لکھوا کر رکھ لیجیے گا۔'' وہ بولے۔

''ٹھیک ہے... اگر میں زندہ رہا...''

''کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''میں نے آپ کو جو باتیں بتائی ہیں... ان کے بتانے کے بعد سیاہ گلاب مجھے زندہ چھوڑ دے... اس کا امکان کم ہے۔''

''تب پھر آپ اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں... اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں یہاں اپنے آدمی مقرر کر دوں۔''

''نہیں! میں کر لوں گا... آپ جا سکتے ہیں۔'' انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

اور وہ باہر نکل آئے... کوٹھی سے کچھ ہی فاصلے پر آ کر انہوں

نے خفیہ فورس کو چند ہدایات دیں اور پھر تیز رفتاری سے کار چلاتے آئی جی صاحب کے دفتر پہنچ گئے... جونہی وہ اندر داخل ہوئے انہیں حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔

☆☆☆☆☆

پراسرار اغوا

انہوں نے دیکھا... اندر کوئی نہیں تھا... دفتر بالکل خالی پڑا تھا... باہر چپراسی بھی نظر نہیں آیا تھا... وہ فوراً باہر نکلے آئے... دور دور تک کوئی نہیں تھا... دفتر سے لوگ کب کے جا چکے تھے... وہ فوراً باہر بیرونی دروازے پر آئے... یہاں نگرانی کرنے والے موجود تھے:

''اندر تو کوئی بھی نہیں ہے۔'' وہ پریشانی کے عالم میں بولے۔

''جی ہاں... سب جا چکے ہیں... آپ نے چونکہ اندر جاتے وقت ہم سے کچھ پوچھا نہیں، اس لیے ہم سمجھے... آپ کو معلوم ہی ہوگا... یوں بھی آپ وقت بے وقت آتے ہی رہتے ہیں... اور بعض اوقات تو ایسے وقت میں آتے ہیں جب ہُو کا عالم ہوتا ہے... اندر تو کیا باہر بھی کوئی نہیں ہوتا۔''

''ہاں! ایسا ہی ہے... لیکن آدھ گھنٹے پہلے... شیخ صاحب یہیں موجود تھے... میرے بچے ان سے ملنے کے لیے آئے تھے... اور انہوں نے مجھے بھی فون کر کے یہیں بلایا تھا... لیکن اب اندر کوئی نہیں ہے... میں نے انہیں بتا بھی دیا تھا کہ مجھے پہنچنے میں کچھ دیر لگ جائے گی... اس پر شیخ صاحب نے کہا تھا کہ کوئی پروا نہیں... ہم انتظار کر رہے ہیں...''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... جالب نظامی صاحب سے ملنے کے

لیے آئے تھے... پھر صاحب ان کے ساتھ باہر جاتے نظر آئے... آپ کے بچے بھی پچھلی سیٹ پر موجود تھے...

پھر انہوں نے بوکھلاہٹ کے عالم میں موبائل نکالا اور محمود کے نمبر ملائے... فون بند تھا... فاروق اور فرزانہ کے موبائل بھی بند ملے... آئی جی صاحب کے نمبروں کو ڈائل کیا ان کے دونوں موبائل بھی بند تھے... اب تو وہ چکرا کر رہ گئے:

''پہلے ذرا دفتر کا جائزہ لے لیں... شاید شیخ صاحب کوئی پیغام چھوڑ گئے ہوں۔'' انہوں نے پریشانی کے عالم میں کہا اور اندر کی طرف گھوم گئے... تینوں پھر ان کے دفتر میں داخل ہوئے اور بغور تمام چیزوں کو دیکھنے لگے... دفتر میں کہیں گڑبڑ کے آثار نہیں تھے... یوں لگتا تھا جیسے جالب نظامی نے کوئی خوفناک خبر انہیں سنائی تھی... اور وہ چاروں بغیر کوئی بات کیے ان کے ساتھ ہو لیے تھے...

دفتر میں کسی قسم کے کوئی آثار نہ پا کر وہ ایک بار پھر باہر آئے:

''یہ جالب نظامی کون ہیں۔''

''صاحب کے نئے دوست ہیں... ان کے بارے میں انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ وہ جب بھی آئیں... انہیں روک ٹوک کے بغیر اندر آنے دیا جائے۔''

''اوہ اچھا... لیکن وہ آئے کیسے تھے۔''

''اپنی کار میں۔''

''ڈرائیور کے ساتھ آئے تھے... واپسی پر جب وہ صاحب کی کار میں نکلے تو انہوں نے ڈرائیور کو اشارہ کیا کہ کار گھر لے چلے۔ اس طرح دونوں

کاریں آگے پیچھے یہاں سے چلی گئیں۔''

''جالب نظامی کا فون نمبر...''

''جی ہمیں معلوم نہیں۔''

''پتا بھی نہیں معلوم۔''

''جی نہیں۔''

'حیرت ہے... کمال ہے... لیکن خیر... شیخ صاحب نے اندر نوٹ بک یا ٹیبل ڈائری پر ان کا نمبر ضرور لکھا ہوا ہوگا۔''

وہ اندر کی طرف دوڑے... دفتر میں داخل ہوئے تو ٹیبل ڈائری میں جلد ہی جالب نظامی کا نمبر نظر آ گیا... انہوں نے اس نمبر پر فون کیا... فوراً ہی گھنٹے بجنے کی آواز سنائی دی... اس پر انہیں حیرت ہوئی:

''السلام علیکم... جالب نظامی صاحب؟'' انہوں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

''جی... آپ کون؟''

''میں انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔''

''فرمائیے... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔'' دوسری طرف سے سرسری انداز میں پوچھا گیا۔

''آئی جی صاحب سے بات کرا دیں۔''

''جی... کیا مطلب... میں ان سے بات کرا دوں... وہ میرے ہاں تو نہیں ہیں...'' دوسری طرف سے مارے حیرت کے کہا گیا۔

''آپ تھوڑی دیر پہلے آئی جی صاحب کے دفتر نہیں آئے تھے؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی نہیں... آج تو میری ان سے ملاقات ہوئی ہی نہیں... پچھلے ہفتے میں ضرور ان سے ملنے گیا تھا... لیکن مسئلہ کیا ہے...''

''تھوڑی دیر پہلے آئی جی صاحب میرے تینوں بچوں کے ساتھ دفتر میں موجود تھے اور انہوں نے مجھے بھی وہیں پہنچنے کے لیے فون کیا تھا... اب جب میں یہاں پہنچا ہوں تو یہاں وہ نہیں تھے... دروازے پر موجود نگران کا کہنا ہے کہ آپ ان سے ملنے کے لیے آئے تھے... پھر وہ آپ کے ساتھ کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔''

''غلط... بالکل غلط۔'' جالب نظامی چلا اٹھا۔

''کیا مطلب...''

''آج میں صبح سے گھر میں ہوں... چند دوستوں کو بلا رکھا ہے... ان کے ساتھ بس کھانے پینے کا پروگرام تھا... میں تو صبح سے گھر سے نکلا ہی نہیں۔''

''اوہو اچھا... حیرت ہے... کمال ہے... آپ کا پتا کیا ہے۔''

''102 شاداب کالونی۔''

''شکریہ... کہیں نہ کہیں گڑبڑ ہے... ہمیں آپ کے پاس آنا ہو گا... آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔''

''اعتراض کیسا... شوق سے آئیے... ہمارے ساتھ کھانے پینے میں آپ بھی شریک ہوں۔''

''شکریہ! اس کی ضرورت نہیں... ہم آ رہے ہیں... آپ کہیں چلے نہ جائیے پھر۔'' وہ بولے۔

''آج گھر سے باہر کہیں جانے کا پروگرام سرے سے نہیں ہے... اور یہ بات میں نے اپنے تمام دوستوں کو پہلے ہی بتا دی ہے... یعنی کل ہی

پروگرام طے کرلیا تھا۔'' جالب نظامی نے جلدی جلدی کہا۔

''ٹھیک ہے... ہمیں آپ سے ملنا تو ویسے بھی پڑے گا۔''

''ضرور تشریف لائیں۔'' انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے:

''حیرت ہے... اگر آنے والا جالب نظامی نہیں تھا تو اس کا مطلب ہے... وہ جالب نظامی کے میک اپ میں تھا... اور یہ اس قدر جلد کیسے ممکن ہو گیا۔''

''کیا کیسے ممکن ہو گیا جمشید۔'' خان رحمان نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''دیکھو خان رحمان اور پروفیسر صاحب... جالب نظامی صاحب کا کہنا ہے کہ وہ یہاں آئے ہی نہیں... ان کا پروگرام تو پہلے ہی دوستوں کے ساتھ اپنے گھر پر کھانے پینے کا تھا اور یہ پروگرام پہلے سے طے تھا... اب یہاں آئی جی صاحب کے پاس محمود، فاروق اور فرزانہ بغیر پروگرام کے آئے تھے... پہلے سے پروگرام طے نہیں تھا... ان حالات میں جو شخص یہاں آیا... اسے بھی تو آنے کا پروگرام اچانک بنانا پڑا ہوگا... پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آنے والا آناً فاناً جالب نظامی کا حلیہ اپنا لے... وہ بھی اتنے ماہرانہ انداز میں کہ نہ تو ان حضرات کو کوئی شک گزرا اور نہ آئی جی صاحب کو... آخر یہ کیسے ممکن ہے۔''

''یہ واقعی... بہت الجھے ہوئے سوالات ہیں... ارے ہاں... وہ آئے بھی تو تھے اپنی کار میں... کیوں صاحبان... آپ جالب صاحب کی کار کو پہچانتے ہیں... وہ آج بھی اسی کار میں آئے تھے۔''

''ہم نے کار کے نمبروں کی طرف دھیان دیا نہیں... کیونکہ کار سے

اترتے ہوئے جالب صاحب کو جو دیکھ لیا تھا... البتہ کار کا رنگ اور ماڈل وہی تھا۔''

''آئیں بھئی... چلیں... میری الجھن میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہو رہا ہے...'' انہوں نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

اور پھر وہ بہت تیزی سے کار چلاتے 102 شاداب کالونی کے سامنے پہنچ گئے... وہ ایک بہت بڑی اور شاہانہ قسم کی کوٹھی تھی... دروازے پر مسلح پہرے دار موجود تھے... انہوں نے فوراً کار کو روک لینے کا اشارہ کیا... اور ایک نے نزدیک آتے ہوئے کہا:

''کیا آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''ہاں بھئی... اور یہ میرے دوست ہیں۔''

''ٹھیک ہے... آپ اندر جا سکتے ہیں۔''

اس نے اشارہ کر دیا اور گیٹ کھل گیا... انسپکٹر جمشید کار اندر لیتے چلے گئے... انہوں نے دیکھا... گیٹ کے دائیں طرف ایک بہت وسیع لان تھا... اس کے چاروں طرف بلند درخت تھے... اور گہری گھاس بہت خوش نما لگ رہی تھی... کافی آگے بہت کرسیاں اور میزیں بچھی تھیں۔ ان پر مرد اور عورتیں بیٹھے کھانے پینے میں مصروف تھے... کسی نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

بائیں طرف کاریں پارک کرنے کے لیے بھی بہت کھلی جگہ تھی... انہوں نے مناسب جگہ کار پارک کی اور میزوں کی طرف قدم اٹھانے لگے... پھر جونہی ایک بیرا قریب سے گزرا... انہوں نے اس سے پوچھ لیا:

''ذرا ہمیں بتا دیں... جالب نظامی کہاں موجود ہیں۔''

"وہ رہا... نیلے لباس میں... لمبے قد والے..." اس نے اشارہ کیا۔

"شکریہ!" انہوں نے کہا اور اس سمت میں بڑھنے لگے... اب بھی کسی نے ان کی طرف نہ دیکھا... وہ سب اپنے آپ میں مگن تھے... یوں لگتا تھا جیسے انہیں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے... ان کو کسی چیز کی کوئی خبر نہ رہی ہو... وہ سب ہنس رہے تھے، قہقہے لگا رہے تھے... زور شور سے باتیں کر رہے تھے... ایک دوسرے کے جواب سے خوش ہو کر تائید کے انداز میں ہاتھ مار رہے تھے۔

پرسکون انداز میں چلتے وہ جالب نظامی کے بالکل نزدیک پہنچ گئے تب کہیں جا کر انہوں نے ان کی طرف دیکھا اور پھر چونک کر بولا:

"غالباً آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ انسپکٹر جمشید نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا:

"آپ کا اندازہ درست ہے، اور یہ ہیں پروفیسر داؤد اور خان رحمان۔"

"آئیے آئیے... ہم اس طرف چلتے ہیں... یہاں تو شور بہت ہے۔"

وہ انہیں تمام مہمانوں سے کافی دور ایک خالی میز پر لے آئے۔

"اب فرمائیے... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں اور یہ کیا معاملہ ہے۔"

"آئی جی صاحب اور میرے تینوں بچے ان کے دفتر میں موجود تھے۔ تو آپ اپنی کار میں وہاں آئے۔ کار آپ کا ڈرائیور چلا رہا تھا... آپ کار سے اتر کر اندر کی طرف بڑھے... دروازے پر موجود نگرانوں نے آپ کو نہیں روکا، اس لیے کہ آئی جی صاحب نے انہیں آپ کے بارے میں ہدایات دے

رکھی ہیں... آپ سیدھے اندر آ گئے اور پھر ان چاروں کے ساتھ باہر نکل آئے۔ آئی جی صاحب نے آپ کو اور میرے بچوں کو اپنی کار میں بٹھایا... آپ نے اپنے ڈرائیور کو اشارہ کیا کہ وہ گھر چلا جائے... اس طرح دونوں کاریں روانہ ہو گئیں... میرے بچے ایک ضروری بات کرنے کے لیے آئی جی صاحب کے پاس آئے تھے... انہوں نے بات سن کر میری ضرورت محسوس کی اور مجھے فون کر دیا، میں نے ان سے کہا کہ میں آتا ہوں... لیکن جب میں وہاں پہنچا تو نگران حضرات نے وہ بتایا جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں... یعنی آپ آئے اور ان چاروں کو لے گئے..." یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"یہ سب میرے لیے انتہائی حیرت انگیز ہے... وہ شخص ضرور میرے حلیے میں تھا... ورنہ میں تو یہاں سے آج کہیں بھی نہیں گیا... یہ اتنے لوگ یہاں موجود ہیں... آپ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔"

"میں دیکھ رہا ہوں... اور محسوس کر سکتا ہوں... لیکن اس سارے معاملے میں ایک بات حد درجے عجیب ہے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"وہاں پہنچنے والے شخص نے اس قدر فوری طور پر آپ کا میک اپ کیسے کر لیا۔"

یہ سن کر وہ دھک سے رہ گئے...

☆☆☆☆☆

نیلا لباس

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا:

"لیکن جناب! اس سوال کا جواب تو وہی شخص دے سکتا ہے جو میرے میک اپ میں وہاں گیا... اور پوچھ آپ مجھ سے رہے ہیں۔"

"اس لیے کہ اس نے آپ کا میک اپ اختیار کیا تھا... لہٰذا آپ ہی سے پوچھا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر میرا جواب وہی ہے... میں صبح سے اب تک کہیں نہیں گیا... برابر یہیں رہا ہوں... یہ سب لوگ اس بات کے گواہ ہیں۔"

"یہ سب لوگ اپنے آپ میں گم ہیں... انھیں کسی کے آنے جانے کا کچھ احساس نہیں... اور یہ بات میں ثابت کر سکتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" جالب نظامی نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ آپ اٹھ کر میرے ساتھ اندورنی حصے میں چلیے... اور وہاں کچھ وقت گزار کر باہر آیئے... پھر ہم ان لوگوں سے سوال کریں گے کہ جالب نظامی یہاں سے کہیں گئے تو نہیں..."

"گویا آپ تجربہ کرنا چاہتے ہیں... لیکن یہ جانا چند لمحوں کے لیے ہوگا... دوسری طرف اگر میں یہاں سے آئی جی صاحب کے دفتر تک جاتا اور واپس آتا تو اس

میں بہت وقت لگتا... اتنی دیر کی غیر حاضری کو یہ لوگ ضرور جان لیتے... اس کے مقابلے میں اگر میں چند منٹ کے لیے کوٹھی میں چلا جاؤں تو انھیں واقعی پتا نہیں چلے گا... یا کسی کو پتا بھی چلے گا تو محسوس کرلے گا کہ میں باتھ روم وغیرہ میں گیا ہوں گا... اور جب وہ چند منٹ بعد مجھے اپنے درمیان دیکھ لیں گے تو اپنے خیال کو درست قرار دے لیں گے... لہٰذا آپ کا یہ تجربہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... اصل میں یہ بات کسی طرح بھی میرے حلق سے نہیں اتر رہی کہ اس قدر جلد کسی نے آپ کا میک اپ کیسے کرلیا..."

"میں کہہ چکا ہوں... آپ مجھ سے اس سوال کا کوئی حق نہیں رکھتے... کیونکہ وہ شخص میں نہیں ہوں..." جالب نظامی نے پرزور انداز میں کہا۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن..."

"اب آپ پھر ایک عدد لیکن لے آئے... گویا آپ کو یقین ہے کہ میں ہی آپ کا مجرم ہوں..."

"میں نے یہ نہیں کہا..." انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا۔

"تب پھر آپ یہی سمجھ رہے ہیں۔"

"میرے سمجھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جب تک کہ میرے پاس اپنی بات کو ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہ ہو..."

"تو پھر پہلے ثبوت حاصل کریں... پھر مجھ سے بات کریجیے گا..."

"میں آپ سے سوالات کر سکتا ہوں... کیونکہ آئی جی صاحب اور ان کے ساتھ تین بچوں کو اغوا کیا گیا ہے... یہ کوئی معمولی کیس نہیں ہے... جلد ہی پورے شہر میں کھلبلی مچنے والی ہے... اس معاملے میں سب سے زیادہ شک کی زد میں آپ آئیں گے... کیونکہ اغوا کرنے والا بہرحال آپ کے حلیے جیسا انسان تھا۔"

''میں نے تو کہا ہے کہ آپ ثبوت حاصل کرلیں...''

''اور میں نے کہا ہے... میں آپ سے چند سوالات کرنا چاہتا ہوں۔''

''اچھی بات ہے... پوچھیے سوال...'' انھوں نے برا سا منہ بنایا۔

''کیا آپ صبح سے اسی لباس میں ہیں۔'' انھوں نے پہلا سوال پوچھا۔

''کیا مطلب... یہ کیا سوال ہوا؟''

''آپ سوال کا جواب دیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ہاں! میں صبح سے اسی لباس میں ہوں۔''

انسپکٹر جمشید نے فوری طور پر آئی جی صاحب کے دفتر کے نگران کو فون کیا اور اس سے پوچھا۔

''جالب نظامی کس قسم کے لباس میں آئے تھے۔''

''نیلے لباس میں۔''

''اس لباس کے بارے میں کچھ اور بتائیں۔''

''جی... کیا مطلب؟''

''لباس کی تفصیل بتائیں۔''

''نیلے لباس پر گلا سفید کئی والا تھا... اور قمیص شلوار میں تھے۔'' نگران نے بتایا۔

''شکریہ!'' انھوں نے فون بند کردیا اور ان کی طرف مڑے۔

''معاملہ اب اور زیادہ حیرت ناک ہو گیا ہے جناب۔''

''کیا مطلب...''

''لباس بھی بالکل ایسا ہی تھا... آخر اس شخص کے لیے یہ سب کس طرح ممکن ہو گیا... اس نے آن کی آن میں آپ کا میک اپ کرلیا اور لباس بالکل آپ جیسا

پہن لیا۔''

''میں پھر کہوں گا... اس سوال کا جواب تو وہی شخص دے سکتا ہے...''

''ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... اب ہمیں اس شخص کو تلاش کرنا ہی ہوگا...''

''ویسے... کیا خیال ہے... ہم اس کوٹھی کی تلاشی لے سکتے ہیں...''

''حد ہوگئی... اب آپ کوٹھی کی تلاشی لینے پر اتر آئے... خیر مجھے کوئی اعتراض نہیں... لیکن تلاشی کے لیے آپ کے پاس وارنٹ ہونے چاہییں...''

''وارنٹ میرے پاس ہیں...''

''یہ کیسے ممکن ہے۔'' ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہ رہے وارنٹ...'' انھوں نے خصوصی اجازت نامہ نکال کر دکھا دیا...

اس کو پڑھ کر جالب نظامی کا مارے حیرت کے برا حال ہو گیا...

''ٹھیک ہے... آپ کوٹھی کی تلاش لے لیں... اندر اس وقت کوئی نہیں ہے... خواتین بھی باغ کے دوسری طرف جمع ہیں... میں اپنے ایک ملازم کو ساتھ بھیج دیتا ہوں... ان مہمانوں کی وجہ سے میں ساتھ نہیں جاسکوں گا... تاہم میری ضرورت پیش آجائے تو آپ مجھے بلوا لیجیے گا۔''

''بہت بہت شکریہ!''

وہ ملازم کے ساتھ اندر کی طرف چلے... ایسے میں پروفیسر داؤد بول اٹھے:

''جمشید! میں کچھ بے چینی اور گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں... میرا جی چاہ رہا ہے... ہم یہاں سے نکل چلیں...''

''اوہو اچھا...'' خان رحمان کے منہ سے نکلا۔

انسپکٹر جمشید نے منہ سے تو کچھ نہ کہا... البتہ ان کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھا ضرور... پھر تینوں واپس مڑے اور باغ کی طرف بڑھے:

"شکریہ جمشید... تم نے میری بات مان لی..."

"آیئے جلدی کریں..."

انھوں نے دوڑ لگادی... اس طرح وہ باغ میں پہنچ گئے... ساتھ ہی انھوں نے جالب نظامی کی حیرت میں ڈوبی آواز سنی:

"کیا ہوا... آپ واپس آگئے..."

"ہاں! ہم یہ تلاشی کچھ دیر بعد لیں گے۔"

"ان کے ساتھی کو اندر خطرہ محسوس ہوا ہے جناب۔" ملازم نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہم تلاشی لیں گے... لیکن اس سے پہلے آلات کی مدد سے اندر کا جائزہ بھی لیں گے..."

"کیا مطلب؟" جالب نظامی کے منہ سے نکلا۔

"آپ اپنے مہمانوں کی طرف توجہ دیں... ہم چند آلات منگوا رہے ہیں۔"

"آخر آپ کس قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔"

"اگر ہم نے اس عمارت کی تلاشی شروع کی تو لگتا ہے... یہ عمارت بھک سے اڑ جائے گی۔" انھوں نے خوف کے عالم میں کہا۔

"یہ کیسے ممکن ہے پروفیسر صاحب... اگر یہ کام جالب نظامی صاحب کریں گے تو یہاں ان کے اتنے بہت سے دوست موجود ہیں... خواتین موجود

ہیں... خود ان کے گھر کے افراد موجود ہیں..."

"میں نے یہ نہیں کہا کہ عمارت کو خود جالب نظامی صاحب اڑائیں گے... بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔"

"تب پھر... ایسا کون کرے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس کیس کا مجرم..." پروفیسر بولے۔

"تب تو پھر اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ آئی جی صاحب محمود، فاروق اور فرزانہ یہیں کہیں قید ہوں..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس بات کا امکان ہے... لیکن سو فیصد یقین نہیں... لہٰذا ہم پہلے آلات منگوائیں گے... پھر تلاشی لیں گے..."

"یہ آپ لوگوں کا وہم ہے... یہاں کچھ نہیں ہے..."

انسپکٹر جمشید نے جیسے ان کا جملہ سنا ہی نہیں... ماہرین کو فون کرتے رہے... آخر کار بم وغیرہ کے ماہرین وہاں پہنچ گئے...

"ہمارا خیال ہے... اس عمارت میں کہیں بم نصب کیا گیا ہے... اور وہ ریموٹ کنٹرول ہے... تاکہ جب چاہیں، اس عمارت کو تباہ کر دیا جائے۔" آپ فوراً چیک کر کے بتائیں۔

"ہم ان شاءاللہ پندرہ منٹ تک بتا سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے... ہم یہیں موجود ہیں..." انھوں نے کہا۔

ماہرین اندر چلے گئے... پندرہ منٹ بعد ان کی واپسی ہوئی... ان میں سے ایک کے ہاتھوں میں ایک خوفناک بم موجود تھا... ان کے چہروں پر خوف کے آثار تھے...

"یہ بم نصب تھا۔"

"اللہ اکبر۔" پروفیسر داؤد بول پڑے۔

"خان رحمان... جالب نظامی صاحب کو یہیں بلا لاؤ... باقی لوگوں کو خوف زدہ کرنے کی کیا ضرورت..."

"ٹھیک ہے۔" انھوں نے کہا اور مہمانوں کے درمیان سے جالب نظامی کو بلا لائے۔

"جی... کیا رہا... کچھ نہیں ملا نا..." اس نے بہت سرسری انداز میں کہا۔

"یہ دیکھ لیں..." ایک ماہر نے ان کے اشاروں پر بم اس کے سامنے کر دیا ہے۔

"ارے! یہ کیا..." مارے خوف کے جالب نظامی کے منہ سے نکلا۔

"بہت خوب! کوٹھی آپ کی ہے اور آپ ہی کہہ رہے ہیں... یہ کیا۔"

"مجھے بالکل معلوم نہیں... اس بم کے بارے میں۔" انھوں نے حیرت اور خوف کے عالم میں پھر کہا۔

"آپ کی بات پر ایسے کون یقین کرے گا بھلا۔"

"سنیے... یہ کارروائی میرے کسی دشمن کی بھی تو ہو سکتی ہے..."

"اوہ ہاں! اس بات کا امکان ہے... خیر... اب ہم تلاشی لینے کے لیے تیار ہیں... کیونکہ اب ہمیں یقین ہو چلا ہے... آئی جی شیخ نثار احمد اور محمود، فاروق اور فرزانہ یہیں موجود ہیں..."

"اب میں کچھ نہیں کہوں گا... کیونکہ اگر یہاں کوئی نامعلوم آدمی بم نصب کر سکتا ہے... تو میری لاعلمی میں کسی کو لا کر چھپا بھی سکتا ہے۔"

"یہ ہم جان لیں گے کہ ایسا کس نے کیا ہے... آپ فکر نہ کریں... ویسے

اب مجھے یقین ہو چلا ہے کہ ہمارے ساتھی اندر ہی ہیں..."

"ٹھیک ہے... آپ تلاشی لے لیں۔" جالب نظامی بولا۔

وہ ایک بار پھر اندر کی طرف بڑھے... ایک گھنٹے کی تلاشی کے بعد یہ بات ثابت ہو گئی کہ آئی جی صاحب، محمود، فاروق اور فرزانہ وہاں نہیں تھے...

اب تو مارے حیرت کے ان کا برا حال ہو گیا۔ پھر انسپکٹر جمشید زور سے اچھلے۔

☆☆☆☆☆

عمارت

''اوہ! ارے! ہائیں... یہ خیال مجھے اتنی دیر سے کیوں آیا... آیئے چلیں... پہلے ہی ہم نے بہت دیر کر دی...''

''کیا بات سوجھ گئی جمشید۔'' پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یہاں نہیں...'' یہ کہتے ہی انھوں نے باہر کا رخ کیا اور باغ سے گزرنے کی بجائے براہِ راست بیرونی دروازے کی طرف چل دیے... اس طرح وہ جالب نظامی وغیرہ کا سامنا کرنے سے بچ گئے... ورنہ ان کے ساتھ بھی چند منٹ ضائع ہوتے...

اب ان کی کار بلا کی رفتار سے اڑی جا رہی تھی۔

''جمشید! اس قدر تیز رفتاری ٹھیک نہیں۔'' پروفیسر داؤد ڈرے ڈرے لہجے میں بولے۔

''گھبرایئے نہیں...'' وہ مسکرا دیے۔

''تم نے بتایا نہیں جمشید... بات کیا سوجھی تمہیں۔'' خان رحمان بے تابی کے عالم میں گویا ہوئے۔

''مجھے پوری امید تھی کہ ہمارے ساتھی یہاں مل جائیں گے... کیونکہ اس کیس میں مجھے جتنا شک جالب پر ہے، اور کسی پر نہیں اور اس کی ٹھوس وجہ تو ہی ہے...

یعنی عین وقت پر کسی نے جالب کا میک اپ کس طرح کر لیا... یہ ناممکن ہے...''

''لیکن اس کے ہاں ہمارے ساتھی نہیں ہے... اگرچہ وہاں حالات ایسے نظر آئے تھے جیسے یہی ہمارا مجرم ہے۔'' خان رحمان بولے۔

''اسی لیے اب مجھے یہ بات سوجھی ہے نا۔'' وہ مسکرائے۔

''کیا بات؟'' پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

''یہی کہ آئی جی صاحب اور بچے کہاں ہو سکتے ہیں۔''

''حد ہو گئی جمشید... یہ بھی تو بتاؤ نا... وہ تمہارے خیال کے مطابق وہ کہاں ہیں۔''

''جہاں ہم جا رہے ہیں۔'' انھوں نے بھی فوراً کہا۔

''ہائیں ہائیں جمشید... تم تو آج محمود، فاروق اور فرزانہ کے بھی کان کاٹ رہے ہو۔'' خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''نن... نہیں تو خان رحمان... یار اب اتنا غلط الزام تو نہ لگاؤ...''

''تب پھر تم... ارے یہ کیا... ہم تو وہاں پہنچ ہی گئے...'' خان رحمان کہتے کہتے رک گئے۔

''اسی لیے تو میں بتا نہیں رہا تھا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

''تت... تو تمہارا مطلب ہے... گرامی روڈ والی عمارت میں لایا گیا ہے انھیں...'' پروفیسر داؤد بوکھلا اٹھے۔

''ہاں پروفیسر صاحب... آپ خود سوچیں... اس سے زیادہ محفوظ جگہ ان کے لیے اور کون سی ہو سکتی ہے۔''

''تب تو پھر پڑ گیا پھڈا...'' خان رحمان پریشانی کے عالم میں بولے۔

''ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔''

اور پھر انھوں نے گرامی روڈ والی عمارت کے بالکل سامنے
اپنی گاڑی روک لی... تینوں نیچے اتر کر دائیں طرف بنے کیبن کی طرف چل پڑے...
ادھر ان پر کلاشن کوفیں اٹھ چکی تھیں... اور یوں لگتا تھا جیسے ان پر فائر کرنے کے لیے بری
طرح بے چین ہوں... اسی وقت ایک آواز ابھری:

''آپ کو پہلے بھی بتایا جا چکا ہے... یہ عمارت کوئی عام عمارت نہیں... اس
طرف آنا بھی جرم ہے... لہٰذا ہم نے آپ کو خبردار کر دیا ہے... اب اگر آپ لوگ اس
جگہ سے عمارت کی طرف بڑھے تو ہمیں گولی چلانے کا حق ہوگا۔''

''اچھی بات ہے... ہم یہیں رک رہے ہیں... اور دیکھتے ہیں، ہمیں کیسے
اندر نہیں جانے دیا جاتا۔''

''یہاں تو اس ملک کے صدر بھی نہیں آ سکتے، آپ تو ہیں کس کھیت کی
مولی...''

''ہم اپنے وطن کے کھیت ہی کی مولیاں ہیں... تم فکر نہ کرو... اور
دیکھو... ہم کیا کرتے ہیں۔''

اس کے بعد انھوں نے خفیہ فورس کو فون کیا... اسے ہدایات
دیں... ان سے فارغ ہو کر انھوں نے صدر صاحب کے نمبر ملائے... جلد ہی ان کی
آواز سنائی دی...

''یہ... یہ کیا ہو رہا ہے جمشید... میں نے سنا ہے... تم اس وقت گرامی
روڈ والی انشارجہ کی عمارت کے سامنے موجود ہو...''

''آپ نے درست سنا ہے سر...''

''فوراً واپس پلٹ آؤ۔''

''کیا اس صورت میں بھی سر کہ اس عمارت میں آئی جی صاحب، محمود،

فاروق اور فرزانہ کو قید کیا گیا ہو۔''

''کیا... نہیں... یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... تمھاری اطلاعات درست
نہیں ہیں جمشید...'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''میں یہ بات ثابت کر سکتا ہوں سر۔''

''ایک منٹ ٹھہرو جمشید... پہلے میں ان لوگوں سے بات کر لوں۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا... جلد ہی ان کے
فون کی گھنٹی بجی... دوسری طرف سے ملک کے صدر کہہ رہے تھے:

''میں نے ان سے فون پر بات کر لی ہے جمشید... ان کا کہنا ہے، وہ اس
بات کی گارنٹی دیتے ہیں کہ آئی جی صاحب، محمود، فاروق اور فرزانہ اس عمارت میں
نہیں ہیں۔''

''آپ نے یہ بات کس سے کی ہے سر؟''

''انشارجہ کے سفیر رابرٹ اوکلے سے، کیونکہ وہی اس عمارت کے انچارج
ہیں۔''

''بہت خوب سر! سوال یہ ہے کہ جب ہمارے ساتھی وہاں نہیں ہیں تو یہ
ہمیں عمارت کیوں نہیں دکھا دیتے۔''

''یہ معاہدہ بہت پہلے ہوا تھا جمشید... کہ ہم اس عمارت کی تلاشی نہیں لے
سکیں گے۔''

''آخر ایسی کیا مجبوری تھی کہ یہ معاہدہ کیا گیا۔''

''انشارجہ سے ایک بڑی رقم بطور قرض مل رہی تھی... قرض کے سلسلے میں
ان کی شرط صرف یہ تھی کہ وہ ہمارے ملک کے دارالحکومت میں ایک دفتر بنانا چاہتے
ہیں... لیکن اس دفتر میں وہ کسی قسم کی دخل اندازی برداشت نہیں کریں گے... یعنی

اس ملک کا کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی اس عمارت میں نہیں جائے گا... یہاں تک کہ ملک کے صدر کو بھی اس کی اجازت نہیں ہوگی۔"

"اور یہ معاہدہ کرلیا گیا۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں جمشید... اس وقت کی حکومت نے اس بات میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا تھا۔"

"لیکن اب تو ہمیں حرج محسوس کرلینا چاہیے سر۔"

"ہم معاہدہ کی خلاف ورزی کیسے کرسکتے ہیں جمشید۔" صدر بولے۔

"حکومت آئے دن اپنے قوانین میں تبدیلیاں کرتی رہتی ہے... تو یہ معاہدہ کیوں ختم نہیں کیا جاسکتا۔"

"اس صورت میں ایک تو وہ رقم سود سمیت فوری طور پر واپس دینا ہوگی... دوسرے اس کے اور بھی خطرناک نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔"

"کیا ہم آئی جی صاحب... محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھول جائیں سر!" انسپکٹر جمشید کا لہجہ تیز ہوگیا... اگرچہ وہ جانتے تھے... ملک کے صدر سے بات کررہے ہیں۔

"یہ ضروری نہیں جمشید... کہ وہ چاروں اس عمارت میں ہی ہوں۔"

"میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں... وہ اسی عمارت میں ہیں۔"

"کیا تمہارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے جمشید۔"

"پیش کرنے کے لائق ثبوت نہیں ہے... لیکن تمام حالات اور واقعات اسی طرف اشارہ کررہے ہیں۔"

"کررہے ہوں گے... اس بات کو ثبوت نہیں کہا جاسکتا۔"

"گویا آپ اس معاملے میں ہماری کوئی مدد نہیں کررہے۔"

"نہیں جمشید! میں معذور ہوں۔"

"تب پھر ہمیں اجازت دیں... ہم اپنے طور پر عمارت میں داخل ہوجائیں۔"

"میں اس معاہدے کے تحت یہ اجازت بھی نہیں دے سکتا۔"

"ٹھیک ہے سر... لیکن میں آپ سے کہہ دیتا ہوں، ہمارے ملک کی بھلائی اور بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس عمارت کی تلاشی لے لیں..."

"اس طرح میرے لیے مشکلات ہی مشکلات پیدا ہوجائیں گی جمشید... اور ہوسکتا ہے... انشارجہ اپنی سازشوں کے ذریعے میرا تختہ الٹوا دے:

"تو کیا ہوجائے گا سر... ہمیں ڈرنا نہیں چاہیے... بے خوف ہوکر وہ کرنا چاہیے... جس کا اس وقت تقاضا ہے۔"

"نہیں جمشید... مجھ میں اتنی ہمت نہیں..."

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر..." مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"میں نے جو کہا ہے، سوچ سمجھ کے کہا ہے۔"

"لیکن سر! آپ کو یہ معلوم نہیں کہ یہ لوگ اس عمارت کے ذریعے کیا کام لے رہے ہیں۔"

"کیا مطلب... کیا تم نے اس سلسلے میں کوئی بات دریافت کی ہے۔"

"بالکل سر... یہ عمارت ہمارے ملک کے لیے زہر قاتل ہیں... اس عمارت کے ذریعہ انشارجہ آہستہ آہستہ ہمارے ملک پر قبضہ کررہا ہے... بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ پچیس فیصد قبضہ تو ہو بھی چکا ہے اور اگر ہم نے اس کا بندوبست نہ کیا تو پھر پورا ملک ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا... گویا انشارجہ جنگ کے بغیر ہمارے ملک پر

قابض ہو جائے گا... کیا یہ بات آپ کے لیے پسندیدہ ہوگی سر۔"

"نن... نہیں... نہیں جمشید نہیں... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو... تو پھر آپ کو وہ کرنا ہوگا... جو میں چاہتا ہوں..."

"اور تم کیا چاہتے ہو جمشید۔"

"اس عمارت کا محاصرہ... محاصرہ ہماری فوج کرے گی... پہاڑوں پر نصب میزائلوں کو چلانے کے لیے فوج ہر دم تیار رہے گی... کیونکہ کسی وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے... جب کہ ہم چاہتے ہیں... ہمارے ملک میں امن چین رہے... ہم خود کو آزاد ملک کے آزاد شہری سمجھ سکیں۔"

"جمشید! یہ کام اتنا آسان نہیں۔"

"ہو سکتا ہے، یہ کام مشکل ہو... یا پھر یہ کام بالکل مشکل نہ ہو..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب! میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا۔"

"اکثر اوقات یہ بڑی طاقتیں صرف دھمکیاں دیتی ہیں اور جب کمزور ملک ان کی دھمکیوں میں نہیں آتے تو خاموش ہو جاتی ہیں، یعنی اپنی دھمکیوں پر کوئی عمل نہیں کرتیں... دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں... آپ فرمائیں تو میں فون پر ہی دس پندرہ مثالیں تو دے ہی سکتا ہوں۔"

"اور اگر وہ دھمکیوں پر عمل پیرا ہو گئے؟"

"تو کیا ہے... ہم مسلمان ہیں... کافر قوتوں سے ڈرنے کے بجائے ان سے لڑنا چاہیے... اس طرح ہم عزت سے لڑتے ہوئے شہید ہوں گے... ورنہ ملک پر قبضہ تو وہ ویسے بھی کر لیں گے... کیونکہ اس عمارت کے ذریعے بھی خوفناک کام لیا

جا رہا ہے... اور جب ملک ان کے قبضے میں چلا جائے گا تو اس وقت وہ ہمارے ساتھ، ہمارے بچوں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے، یہ بات آپ اب سوچ لیں... اس کے مقابلے میں دوسری صورت ہمارے لیے بہر حال بہتر رہے گی... یعنی اگر انھوں نے دھمکی پر عمل نہ کیا تو ہم اس سازش سے بھی نجات حاصل کر لیں گے اور اپنے ساتھیوں کو بھی رہا کرا لیں گے... اور آیندہ ایسا کوئی معاہدہ انشارجہ ہی سے نہیں، کسی بھی ملک سے نہیں کریں گے... عام مشکلات کی صورت میں قوم ہمارا ہر طرح ساتھ دے گی... کیونکہ اسے معلوم ہو چکا ہوگا کہ یہ لوگ خالی پیلی دھمکیوں میں آنے والے نہیں ہیں۔"

"اچھی بات ہے جمشید... میں فوج بھیج رہا ہوں۔"

"شکریہ سر۔" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

ادھر انسپکٹر جمشید نے اپنی خفیہ فورس کو ہدایات دے ڈالیں... وہ فوج سے پہلے پہنچ گئی اور اس نے عمارت کو گھیرے میں لے لیا... جلد ہی صدر صاحب بھی بڑے بڑے وزیروں اور امیروں کے ساتھ پہنچ گئے... موبائل ان کے کان سے لگا ہوا تھا... اور وہ انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھتے نظر آ رہے تھے... یہ بات محسوس کر کے انھوں نے خود صدر صاحب کی طرف دوڑ لگا دی۔

"سر! آپ تکلیف نہ کریں... میں آپ کے پاس آ گیا ہوں..."

"لو جمشید سنو... انشارجہ کے صدر فون پر آنا ہی چاہتے ہیں..."

"گویا ابھی آپ کی ان سے بات نہیں ہوئی۔"

"ابھی ان کے وزیر خارجہ بات کر رہے تھے... وہ حد درجے ناراض ہیں..."

"ظاہر ہے... ہمارے اس اقدام سے وہ خوش تو ہونے سے رہے... خیر

آپ بات کریں... یا پھر محسوس نہ کریں تو مجھے بات کرنے دیں۔"

"کیا وہ تم سے بات کریں گے جمشید۔"

"آپ ان سے کہہ دیں... میرے نمائندے سے بات کریں۔"

"کیا کہہ رہے ہو جمشید... یہ دنیا کی انوکھی ترین خبر بن جائے گی اخبارات میں... یعنی انشارجہ کا صدر کسی ملک کے صدر سے بات کرنا چاہے اور بات کرے اس ملک کا ایک پولیس انسپکٹر... اس سے بڑھ کر وہ اپنی توہین کیا محسوس کریں گے۔"

"اور میں انھیں یہی محسوس کرانا چاہتا ہوں۔"

"نہیں جمشید... کم از کم میں یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"کوئی بات نہیں سر... آپ ہی بات کر لیں... لیکن اپنا موقف ہرگز تبدیل نہ کریں... پوری قوم آپ کا ساتھ دے گی... اس بات کی گارنٹی میں دیتا ہوں..."

"اچھا جمشید! اللہ مالک ہے۔"

عین اس لمحے فون پر اشارہ موصول ہوا... پھر وزیرِ خارجہ کی آواز سنائی دی۔

"سر! صدر صاحب! بات کریں گے۔"

"جی... کرائیں بات..."

پھر انشارجہ کے صدر کی آواز سنائی دی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں... صدرِ محترم..." دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اس سارے معاملے کی وضاحت انسپکٹر جمشید کریں گے۔"

"کیا... کیا کہا آپ نے..." انشارجہ کا صدر چلا اٹھا... دنیا بھر کی حیرت اس کے لہجے میں در آئی...

ایسے میں صدر صاحب نے فون انسپکٹر جمشید کو دے دیا اور خود واپس ایوان صدر روانہ ہو گئے۔

"میں! اس ملک کا ایک انٹیلیجنس آفیسر آپ سے بات کر رہا ہوں... ہم اس عمارت کی تلاشی لینا چاہتے ہیں سر... اور یہ کوئی جرم نہیں..."

"اس صورت میں جرم کیوں نہیں... جب کہ دونوں ملکوں کا معاہدہ ہو چکا ہے... اس معاہدے پر دونوں ملکوں کے صدر دستخط کر چکے ہیں..."

"کیا اس معاہدے میں یہ شرط نہیں ہے کہ یہ عمارت ہمارے ملک کے کسی قسم کے معاملے میں دخل نہیں دے گی۔"

"اور ہم نے دخل نہیں دیا۔"

"اور آپ نے دخل دیا۔"

"اس کا ثبوت۔"

"ہمارے چار ساتھی... اہم ترین ساتھی اس عمارت میں قید ہیں..."

"یہ جھوٹ ہے..." انشارجہ کا صدر چلا اٹھا۔

"نہیں! یہ میرا دعویٰ ہے... وہ یہیں قید ہیں..."

"ثبوت۔"

"ہمیں تلاشی لینے دیں... ثبوت پیش کر دیں گے..."

"اس عمارت کی تلاشی کی اجازت تو خیر کسی قیمت پر نہیں دی جا سکتی۔"

"تب ہم زبردستی تلاشی لیں گے۔"

"انشارجہ کی فوج آپ کی سمندری حدود کے قریب ہی سمندر میں موجود ہیں... وہ یہیں سے میزائلوں کی بارش برسا دیں گی۔"

"ہم اس کہ تیاری پہلے سے کر چکے ہیں... آپ چند میزائل داغ کر دیکھ

لیں...''

''آخر آپ اس حد تک کیوں بڑھ رہے ہیں۔''

''ہمیں ایسا کرنے پر آپ نے مجبور کیا ہے۔''

''میں کہہ چکا ہوں... آپ لوگوں کے ساتھی اس عمارت میں موجود نہیں ہیں۔''

''تب پھر فیصلے کے لیے ہمیں تلاشی لینے دی جائے۔''

''یہ آپ لوگوں کے حق میں بہت برا ہوگا۔''

''دیکھا جائے گا... اگر ہم نے اس عمارت کی تلاشی نہ لی... اپنے ساتھیوں کو رہا نہ کرایا... تبھی کون سا ہمارے حق میں اچھا ہوگا...''

''اچھی بات ہے... اب آپ جو کریں گے... اپنی ذمے داری پر کریں گے...''

''ٹھیک ہے... میں نے ذمے داری قبول کرلی...''

اس کے ساتھ ہی فون بند ہوگیا... اب سپیکر کے ذریعے اعلان کیا گیا...

''ہمیں اس عمارت کی تلاشی لینی ہے... آپ لوگ اپنے ہتھیار ہمارے حوالے کردیں... اس صورت میں ہم کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے... عمارت کی تلاشی لیں گے... لیکن اگر آپ لوگوں نے رکاوٹ ڈالی تو اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی...''

انسپکٹر جمشید کے اس اعلان نے دوسری طرف سکتہ طاری کر دیا... آخر ادھر سے بس اتنا کہا گیا...

''ہمیں اپنے ملک کے صدر سے بات کرنے کی مہلت دیں... جب تک

ہمیں ادھر سے کوئی ہدایت نہیں مل جاتی، اس وقت تک ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے... نہ اپنے ہتھیار تم لوگوں کے حوالے کریں گے...''

''اچھی بات ہے... ہم آدھ گھنٹے تک انتظار کریں گے... اس کے بعد کوئی بات نہیں سنیں گے... ہتھیار ہمارے حوالے نہ کرنے کی صورت میں آپ لوگوں کے خلاف کمانڈو ایکشن لیا جائے... اس ایکشن میں جانی نقصان ہوگا... پھر نہ کہنا، ہم نے خبردار نہیں کیا...''

''ٹھیک ہے... اب آدھ گھنٹے بعد بات ہوگی...''

انھوں نے فوراً صدر صاحب کے نمبر ملائے اور عمارت کی طرف سے ملنے والا جواب انھیں بتادیا... پھر انھوں نے کہا...

''اب ظاہر ہے سر... کہ انشارجہ کا صدر آپ کو فون کرے گا۔''

''ہاں جمشید... یہی بات ہے...''

''بس تو پھر آپ اپنا فون بند کردیں۔''

''فون بند کردوں؟'' صدر صاحب مارے حیرت کے بولے۔

''ہاں! اپنے تمام فون بند کردیں۔''

''دیکھو جمشید... کہیں ہم بہت آگے نہ نکل جائیں... بلاوجہ انشارجہ سے جنگ نہ مول لے لیں۔''

''جنگ تو ہم بہت پہلے مول لے چکے ہیں سر... آپ عمارت کی تلاشی نہیں لیں گے تو وہ جنگ جو ہم مول لے چکے ہیں، ختم تو ہو نہیں جائے گی... اس عمارت کو اور اس جیسے اور دشمنوں کو اگر ہم نے ختم نہ کیا تو ہم پوری طرح انشارجہ کی مٹھی میں ہوں گے۔''

''اچھی بات ہے جمشید! اللہ مالک ہے... میں وہی کروں گا... جس کا

مشورہ تم دو گے... ویسے اگر میں اپنے تمام وزرا سے مشورہ کروں تو ان میں سے کوئی ایک بھی تمہاری تائید نہیں کرے گا۔"

"جی ہاں سر! میں سمجھتا ہوں... اسی لیے میں نے کہا ہے نا کہ آپ اپنے تمام فون آف کر دیں... اور چند گھنٹوں کے لیے بالکل غائب ہو جائیں..."

"اچھا جمشید... اللہ حافظ..."

پھر آدھ گھنٹے بعد انسپکٹر جمشید نے اعلان کرایا:

"آپ لوگوں کو دی گئی مہلت پوری ہو گئی ہے... اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا... ادھر سے پھر پوچھا گیا... آخر ادھر سے کہا گیا۔

"ہم لوگ آپ کے ساتھی، آپ کے حوالے کر رہے ہیں... انتظار کریں۔"

"کیا!!!" انسپکٹر جمشید کے ماتحتوں کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے... جلد ہی انھوں نے آئی جی، محمود، فاروق اور فرزانہ کو آتے دیکھا... ان کے چہروں پر ہنسی کے آثار تھے... جونہی وہ نزدیک آئے... ایک ساتھ بولے۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام... اللہ کا شکر ہے... آپ لوگ تو ملے..."

"تم نے انھیں کس طرح مجبور کیا جمشید... میرے خیال میں تو یہ ایک حد درجے حیرت انگیز بات ہو گئی۔"

"نہیں، یہ اللہ کی مہربانی ہو گئی... خیر پہلے ہم ان سے بات کر لیں۔"

اب پھر سپیکر پر بات کی گئی۔

"ہمارے ساتھی ہم تک پہنچ گئے... یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ آپ لوگوں ہی نے انھیں اغوا کیا تھا... اب ہتھیار بھی حوالے کریں..."

"آپ کو آپ کے ساتھی مل گئے... آپ یہی تو چاہتے تھے۔"

"جی نہیں! ہم نے عمارت کی تلاشی کی بھی بات کی تھی... لہٰذا آپ ہتھیار ہمارے حوالے کر دیں... اس کے بعد ہم تلاشی لیں گے..."

"یہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہے..."

"ہم اپنا اطمینان کر کے رہیں گے۔"

ایک بار پھر ادھر خاموشی چھا گئی... آخر چند منٹ بعد کہا گیا۔

"ٹھیک ہے... ہم ہتھیار گرا رہے ہیں..."

اب انسپکٹر جمشید نے ملٹری کے جوانوں کو پوری طرح احتیاط سے آگے بڑھنے کی ہدایت کی... کیونکہ ان کی طرف سے دھوکا بھی ہو سکتا تھا... آخر فوجیوں کی طرف سے کہا گیا...

"سر! ہم نے تمام ہتھیار قبضے میں لے لیے ہیں۔"

"اللہ اکبر۔" وہ بولے اور پھر آگے بڑھے۔

عمارت کا دروازہ ان کے لیے کھول دیا گیا... ملٹری کے جوانوں نے نگرانی کرنے والے تمام افراد پر رائفلیں تان رکھی تھیں... عمارت میں انھیں ایک بہت بڑا ہال نظر آیا... اس ہال میں بڑی بڑی سکرینیں لگی تھیں... سوئچ بورڈ نصب تھے...

"یہ سب کیا ہے۔" وہ ان نگرانوں کی طرف بڑھے۔

"عمارت کے انچارج یہ ہیں... آپ کو جو پوچھنا ہے... ان سے

پوچھیں...“ ایک نے دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ آگے آجائیں اور ان سکرینوں کو آن کریں... جس مقصد کے لیے یہ نصب کی گئی ہیں... وہ ہمیں دکھائیں...“

”یہ... یہ سب بک نوٹ بک ہیں۔“

”نوٹ بک... کیا مطلب؟“

”نوٹ بک... میں دکھاتا ہوں...“

اب اس نے ایک سکرین آن کی... پھر وہ بولا:

”یہ دیکھیے... یہ ہے آپ کے ملک کا دارالحکومت... آپ مجھے بتائیں... اس دارالحکومت کی کس عمارت کا حال آپ جاننا چاہتے ہیں...“

”کیا مطلب؟“

”مطلب آپ ابھی سمجھ جائیں گے... آپ بس یہ بتا دیں... آپ اپنے شہر کی کس عمارت... یعنی دفتر کے بارے میں معلومات چاہتے ہیں...“

”اوہ...“ وہ سب دھک سے رہ گئے۔ پھر انسپکٹر جمشید بولے۔

”اچھا! آئی جی صاحب کا سیکشن دکھائیں۔“

اس نے چند بٹن دبائے... پورا سیکشن نظر آنے لگا... پھر کمرے میں جو جو شخص مقرر تھا... وہ الگ الگ نظر آنے لگا... البتہ آئی جی صاحب اپنے کمرے میں نہیں تھے...

”گویا یہ موجودہ تصویر ہے... اس وقت دفتر میں یہ لوگ موجود ہیں۔“ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”ہاں! اب اگر آپ ان میں سے کسی کے بارے میں معلومات چاہتے ہیں تو وہ بھی مل سکتی ہیں...“

”چلیے آئی جی صاحب کے بارے میں معلومات چاہییں۔“

فوراً ہی اسکرین پر آئی جی صاحب کی تصویر اور نیچے ان کے بارے میں تمام تر معلومات تحریری شکل میں نظر آنے لگیں... اپنے بارے میں اس قدر تفصیلات دیکھ کر آئی جی صاحب دھک سے رہ گئے... ان کی تمام تر معلومات کے نیچے سیاہ گلاب بنا ہوا تھا اور سیاہ گلاب سے نیچے لکھا تھا...

”انتہائی ایمان دار... قوم اور ملک کا سچا ہمدرد... ہمارے لیے بے کار...“

یہ پڑھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے... اچانک ایک نام انسپکٹر جمشید کے ذہن میں آیا، انھوں نے کہا۔

”فاخر کرمانی کو دکھائیں۔“

فوراً ہی سکرین پر فاخر کرمانی نظر آیا... وہ اپنی میز پر بیٹھا کام کر رہا تھا...

”اس کے بارے میں معلومات۔“ انسپکٹر جمشید بولے۔

فوراً ہی معلومات ان کے سامنے آگئیں... انسپکٹر جمشید کو اس شخص پر بہت عرصے سے شک تھا... انھوں نے دیکھا... اس کے بارے میں نیچے لمبا چوڑا نوٹ لکھا تھا... اس نوٹ کے الفاظ یہ تھے:

”... ہمارا وفادار ہے... سیاہ گلاب کے حوالے سے اس سے جو کام چاہیں لے سکتے ہیں... اس ملک کا مکمل طور پر غدار ہے... جب کہ ہمارا مکمل طور پر وفادار ہے...“

”آپ دیکھ رہے ہیں... یہ نوٹ پڑھا ہے آپ نے...“ انسپکٹر جمشید نے آئی جی صاحب کی طرف دیکھا...

"ہاں جمشید... تم نے کئی بار اس پر شک کا اظہار کیا... لیکن ہمیں یقین نہیں آیا..."

"اب میں چند اور آفیسرز کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔"

"ضرور جمشید کیوں نہیں۔"

انھوں نے باری باری چند نام لیے... ان کی باری میں ایسے ایسے خوفناک نوٹ لکھے نظر آئے کہ ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی... یہ لوگ ملک اور قوم کے لیے انتہائی خطرناک تھے...

اس طرح انھوں نے بے شمار لوگوں کے بارے میں نوٹ پڑھے... بعض لوگوں کے جرائم بہت بھیانک تھے... اور اسکرین پر ان کے ثبوت بھی موجود تھے... گویا انشارجہ ایسے لوگوں سے ان ثبوتوں کی بنیاد پر اپنا کام نکال رہا تھا... اس جیسے کچھ اور گروہ تو ویسے ہی انشارجہ کے وفادار تھے... اس طرح آہستہ آہستہ ملک انشارجہ کی مٹھی میں جا رہا تھا...

"اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہوگیا... اب یہ لوگ غدار ثابت ہو چکے ہیں... یعنی اس عمارت کو کنٹرول کرنے والے... لہٰذا انھیں تو گرفتار کر لینا چاہیے..."

"ٹھیک ہے جمشید... اب میں تمھیں نہیں روکوں گا... انشارجہ جو کر سکتا ہے کرے۔ ہم لوگ بھی کوئی موم کی ناک نہیں ہیں...... انشارجہ کے رعب میں نہیں آئیں گے۔"

"تب پھر سمجھ لیجیے... فتح ہماری ہے... اب اس نوٹ بک کے مطابق غدار آفیسرز کی گرفتاری بھی عمل میں آ جانی چاہیے... یہاں رہ کر دن رات کام کر کے ان لوگوں کی فہرستیں تیار کرنا ہوں گی..."

ایسے میں آئی جی صاحب کے فون کی گھنٹی بج اٹھی... فون

صدر کا تھا... وہ کہ رہے تھے...

"انشارجہ کے بہت سے لڑاکا طیارے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"کوئی پروا نہ کریں سر... بس آپ فوج کو ہدایت کر دیں... وہ انھیں نشانہ بنانے کے لیے بالکل تیار رہیں... اور جونہی وہ زد پر آئیں... انھیں نشانہ بنایا جائے..."

"اچھی بات ہے... اب تو ہمیں یہ کرنا ہی ہوگا..."

تھوڑی دیر بعد رپورٹ ملی:

"جونہی انشارجہ کے طیارے نزدیک آئے اور ہمارے جوانوں نے ایک طیارے کو نشانہ بنایا... باقی بھاگ کھڑے ہوئے... اور پھر نہیں آئے... دراصل ان کا خیال تھا کہ ہم ان کے طیارے دیکھ کر ڈر جائیں گے اور ہار مان لیں گے، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ ہم تو مقابلے کے لیے تیار ہیں اور کہیں وہ تمام طیارے زمیں بوس نہ ہو جائیں تو وہ بھاگ نکلے..."

"بہت خوب! اب جب کہ اس عمارت پر ہمارا قبضہ ہو گیا ہے تو ہمارے ملک کی حد تک ان معاملات کو جو شخص دیکھتا ہے... اسے گرفتار کر لینا چاہیے... کیا خیال ہے آپ کا اس بارے میں..."

"بالکل ٹھیک... اب ہمیں کیا ڈر..." آئی جی بولے۔

"تب پھر چلیے... عمارت کی نگرانی ہم اکرام، اس کے ماتحتوں اور خفیہ فورس کے ذمے لگا دیتے ہیں..."

"یہ ٹھیک رہے گا۔"

وہ اسی وقت روانہ ہو گئے... جلد ہی ان کی گاڑیاں جالب نظامی کی کوٹھی کے سامنے رکی... اور فوری طور پر اس کوٹھی کو گھیرے میں لے لیا

گیا... پھر اندر اطلاع بھجوائی گئی... فوراً ہی جالب نظامی نے انھیں اندر بلالیا...

''آپ لوگ پھر آگئے... کیا کوئی بات رہ گئی ہے۔''

''ہم گرامی روڈ والی عمارت پر قبضہ کر چکے ہیں... اور وہاں کی نوٹ بک اور سیاہ گلاب کی کارکردگی دیکھ چکے ہیں۔''

اس کے چہرے پر کوئی حیرت ظاہر نہ ہوئی...

''میں سمجھا نہیں! آپ کیا کہہ رہے ہیں... مہربانی فرما کر وضاحت کریں۔''

''آئی جی صاحب کو اغوا کرنے کے لیے آپ ہی اپنی کوٹھی سے گئے تھے... یہاں موجود آپ کے تمام دوستوں کو بات معلوم تھی... لیکن چونکہ سب آپ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں... اس لیے سب نے بھی گواہی دی کہ آپ یہاں سے کہیں نہیں گئے...''

''اس بات کا ثبوت۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''ہاں کیوں نہیں! آپ یہ تو جھوٹ بول سکتے ہیں کہ کوئی آپ کے میک اپ میں وہاں پہنچا تھا... لیکن یہ نہیں کہہ سکتے... انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔ انھوں نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا...''

''کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' اب اس کے لہجے میں الجھن پیدا ہو چکی تھی... کیونکہ انسپکٹر جمشید کا عجیب سا انداز اسے پریشان کرنے کے لیے کافی تھا...

''میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ کوئی آپ کے میک اپ میں گیا تھا، یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے جوتے بھی بالکل آپ جیسے اور آپ ہی کے سائز کے پہن رکھے تھے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ بہت زور سے اچھلا۔

''ہم نے آپ کی کوٹھی میں جوتوں کے نشانات کا جائزہ لیا تھا... بالکل ایسے ہی جوتوں کے نشانات آئی جی صاحب کے دفتر والے برامدے میں پائے گئے... ان کے نشانات ہمارے پاس محفوظ ہیں... لہٰذا اب آپ بچ نہیں سکتے... آپ کو اپنے تمام جرائم کا اقرار کرنا ہوگا... نہیں کریں گے، تب بھی ہم جوتوں کے نشانات سے اپنا کیس ثابت کر دیں گے۔''

وہ سکتے میں آگیا... ان کے ماتحت ہتھکڑیاں لیے اس کی طرف بڑھنے لگے...

''آخر اس کیس نے بھی ہمیں فارغ کر ہی دیا...'' فاروق نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

''حد ہوگئی کیس نے ہمیں فارغ کر دیا یا ہم نے کیس کو فارغ کر دیا۔'' فرزانہ جلے کٹے لہجے میں بولی۔

''میرے خیال میں تو یہ بات دونوں طرح کہی جا سکتی ہے۔ کیوں پروفیسر انکل۔''

''میرے خیال میں تو یہ بات تین بلکہ چار طرح کہی جا سکتی ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''دھت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا جو لگا جا کر فاروق کی ران پر۔ اس نے تلملا کر کہا۔

''عینک لگوا لو... تمہارا نشانہ بہت کمزور ہوتا جا رہا ہے۔''

اور وہ مسکرانے لگے۔

☆☆☆☆☆

اٹلانٹس پبلیکیشنز

D-83 سائٹ، کراچی
فون 021-2581720
021-2578273
ای میل atlantis@cyber.net.pk